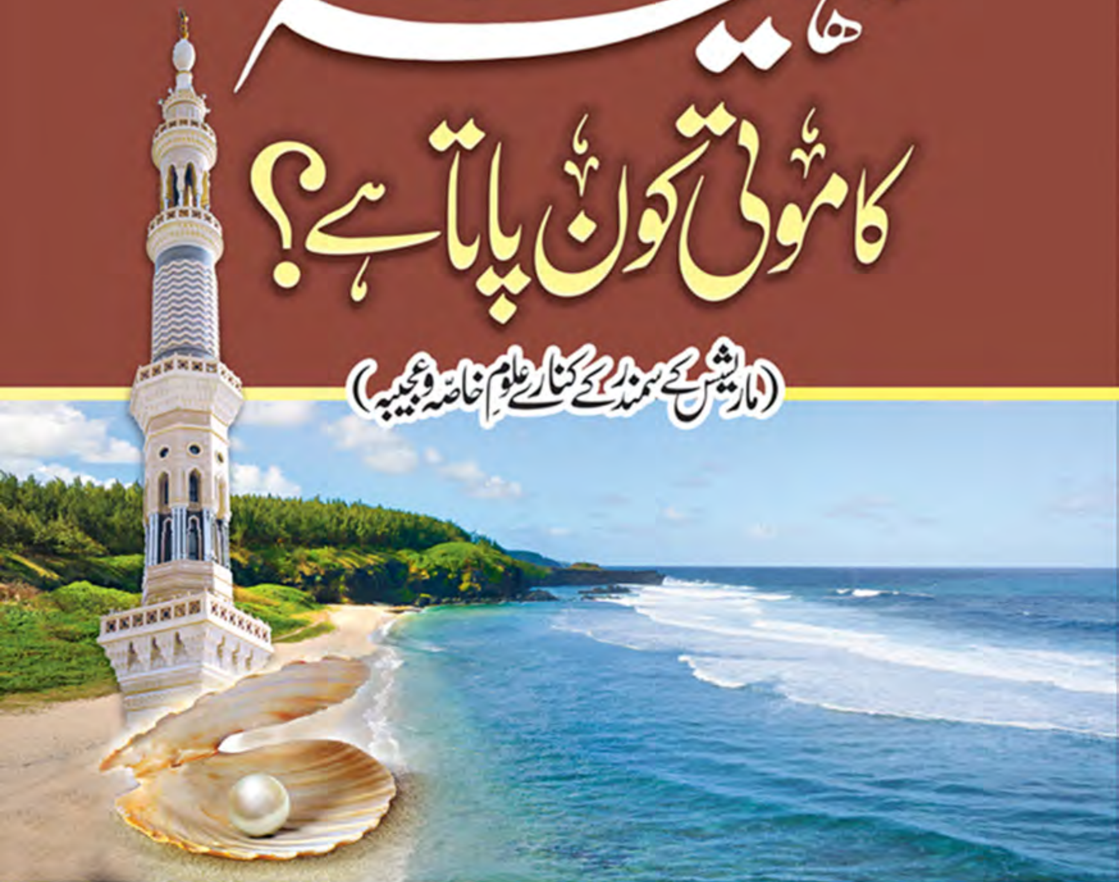
مواعظ اختر
نمبر ۷۱

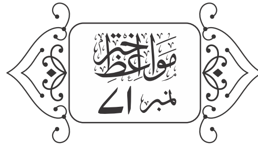
محبتِ الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟

(ماریشس کے سمندر کے کنارے علومِ خاصہ وعجیبہ)



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com



محبتِ الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟

(ماریشس کے سمندر کے کنارے علومِ خاصّہ وعجیبہ)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اِدارہ تالیفاتِ اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: محبتِ الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟ (ماریشس کے سمندر کے کنارے علومِ خاصہ وعجیبہ)

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ
قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۴-اکتوبر ۱۹۹۷ء، بعد فجر، ماریشس بروز ہفتہ
جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر مجلسِ ملفوظات، ۳-اکتوبر ۱۹۹۷ء، جمعہ

مقام: ساحل سمندر، ماریشس۔ جوہانسبرگ ایئرپورٹ، جنوبی افریقہ

موضوع: وساوس کا علاج اور اصلی پاس انفاس۔ متفرق ملفوظات

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر:


بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

مجلسِ ملفوظات



محبتِ الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ

(الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی: (دار الکتب العلمیة)، ج ۱ ص ۴۷۴)

بدعات پیدا ہونے کی اصل وجہ

یہ حدیث پاک کی دعا ہے جو میں نے پڑھی ہے کہ یا اللہ! ہمارے دل کے وسوسوں کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنا دے۔ اس دعا میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خوف کو اللہ کی یاد پر کیوں مقدم فرمایا؟ کیونکہ جہاں اللہ کی یاد ہوتی ہے مگر خوف کم ہوتا ہے تو حدودِ شریعت سے نکل جاتا ہے، یہ جتنی چیزیں بدعات کی ایجاد ہوئیں اس کی وجہ یہی ہے کہ عشق کا غلبہ ہو گیا اور خوف کم ہو گیا لہٰذا عشق وہی عشق ہے جو پابندِ خوفِ خدا ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی ۝﴾

(سورۃ عبس: آیۃ ۸)

عشق دوڑاتا ہے، عشق رفتار کو تیز کرتا ہے، حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی چال میں تیزی تھی۔ یہ آیت اِس نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کے عشق اور محبت کو بیان کر رہی ہے۔ جب کوئی انسان اپنے محبوب کے پاس جاتا ہے تو اس کی رفتار میں تیزی آجاتی ہے، وہ یَمْشِیْ نہیں ہوتا، یَسْعٰی ہوتا ہے یعنی دوڑتے ہوئے

آرہے تھے۔ سعی میں اور مشی میں فرق ہے، سعی میں آدمی تیزی سے اور جھپٹ کے چلتا ہے، مشی میں آرام سے چلتا ہے، عشق نے رفتار کو تیز کر دیا تھا۔

شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو

لیکن آگے ہے:

﴿وَهُوَ يَخْشٰى ۝﴾

(سورۃ عبس :آیۃ ۹)

اور ڈرتے ہوئے آرہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا حال ان کے ذوالحال کے لئے نازل فرما دیا کہ اپنے بزرگوں کے پاس جب تک رہو تو خوف بھی رہے۔ خوف دلیلِ عظمت ہے اور عشق دلیلِ محبوبیت ہے۔ اس لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ اور مربی اور استاد کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن کے مسائل السلوک میں تُوَقِّرُوْهُ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ وَهُوَ يَخْشٰى ڈرتے ہوئے آرہے تھے، تو ان کے ذوالحال کے لئے حال بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا اور حال، ذوالحال کے لئے بمنزلہ قید کے ہوتا ہے یعنی ان کا عشق پابندِ خوف تھا۔ معلوم ہوا کہ اپنے شیخ کے تکدّر سے، اس کی ناراضگی سے خوف بھی ہونا چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے میرے شیخ کا دل دُکھ جائے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا پر ایک علمِ عظیم

بندوں کو تکلیف دینے سے بندوں کو نقصان پہنچتا ہے تاہم اللہ کے حقوق میں کوتاہی پر جیسے ہی توبہ واستغفار کیا اللہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ اللہ کو ہمارے گناہوں سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور نہ کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ:

((يَا مَنۡ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوۡبُ وَلَا تَنۡقُصُهُ الۡمَغۡفِرَةُ))

(شعب الایمان للبیہقی: (مکتبۃ الرشد للنشر۔ ریاض)، ج:۹ ص۴۲۴)

اے وہ ذات جسے بندوں کے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اے وہ ذات جس کے مغفرت کے خزانوں میں بندوں کی خطائیں معاف کرنے سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مجرمین، اپنے نافرمانوں اور گنہگاروں کو رَبَّنَا ظَلَمۡنَا سکھایا، یہ نہیں کہا کہ اے ہمارے رب! ہم نے آپ پر ظلم کیا اس لئے ہم کو معاف کر دیجئے رَبَّنَا ظَلَمۡنَاكَ اور ظَلَمۡتُكَ نہیں سکھایا کہ اے ہمارے پالنے والے ہم نے آپ کو جو تکلیف دی، نقصان پہنچایا اس پر ہمیں معاف فرمادے بلکہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا سکھایا ہے کہ ہم نے اپنے پیر پر کلہاڑی ماری ہے۔

دستِ ما چو پائے ما را می خورد
بے امانِ تو کسے جاں کے برد

ہمارا ہاتھ ہمارے پیر کو کھا رہا ہے، آپ کی امان کے بغیر کوئی اپنی جان کو سلامتی سے آخرت کی منزل تک نہیں لے جاسکتا، اگر آپ سلامتی اور امن کے ساتھ ہماری کشتی پار نہیں کریں گے تو ہماری کشتی ڈوب جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں بس توبہ و استغفار کافی ہے لیکن بندوں کے حقوق میں ان سے معافی مانگو، اگر مال لیا ہے تو مال واپس کرو، غیبت کی ہے تو اگر اس کو اطلاع ہوجائے تب اس سے معافی بھی مانگنا ضروری ہے۔

غیبت کے گناہ سے توبہ کا طریقہ

جیسے ری یونین میں آپ نے کسی کیپ ٹاؤن والے کی غیبت کی تو اب کیپ ٹاؤن جاکر اس سے معافی مانگنا واجب نہیں ہے، جب تک کہ آپ کو

یقین نہ ہو جائے کہ میری غیبت ان کو معلوم ہوگئی، جب اس کو غیبت کا علم ہوگا تبھی تو اس کو تکلیف ہوگی اور اس کا حق بنے گا، جب اس کو خبر ہی نہیں ہوگی تو اس کا حق نہیں بنا۔ اب جس مجلس میں غیبت کی ہے وہاں تردید کردو کہ ہم سے غلطی اور نالائقی ہوگئی، جن لوگوں کے سامنے اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا ان سے کہہ دو کہ بھئی ہم نے بہت بے وقوفی اور نالائقی کی، معلوم نہیں اللہ کے یہاں ان کا کیا درجہ ہے اور اس کو کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کردے۔ جس کی بھی غیبت کو دل چاہے فوراً مراقبہ کرو کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ کے یہاں مقبول ہو اور اپنے لئے یہ سوچو کہ ہوسکتا ہے ہمارا کوئی عمل ایسا ہوگیا ہو کہ ہم نے اس کو معمولی سمجھا ہو اور وہ اللہ کے ہاں عظیم گناہ ہو:

﴿تَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ‌ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ ۝﴾

(سورۃ النور: آیۃ ۱۵)

اس مراقبہ سے آپ اپنے کو کسی سے بہتر نہیں سمجھیں گے اور کسی کو اپنے سے کم تر نہیں سمجھیں گے اور اللہ کو اپنے بندوں سے یہی ادا پسند ہے کہ میرا بندہ کسی بندہ سے اپنے کو بہتر نہ سمجھے اور کسی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھے، یہی تصوف ہے اور یہی تعلق مع اللہ کی حدود ہیں اور اللہ کی رضا اور خوشنودی کے طریقے ہیں۔ جس کو یہ سب فکر نہ ہو پھر وہ سالک نہیں جانور ہے۔

اِس زمانے کا پاسِ اَنفاس

دین بہت حساس ہے، بہت نازک چیز ہے کیونکہ سالک کی ہر وقت اللہ پر نظر ہوتی ہے کہ میرا کوئی کام ایسا نہ ہو کہ جس سے اللہ پاک ہم سے ناراض ہوجائے، جس کو خوفِ ناراضگی اور خوفِ **یَجُوْزُ وَلَا یَجُوْزُ** نہ ہو وہ عَجوز ہے، بڑھیا ہے۔ سلوک اس کا نام ہے کہ ہر وقت چوکنّا رہو کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہوجائے

کہ ہمارا مالک اور خالق ہم سے ناراض ہوجائے، ہر سانس جس کو یہ پاس اَنفاس حاصل ہوتو یہی اصلی پاس اَنفاس ہے۔ یہ جو پہلے زمانہ کے بزرگوں نے پاس اَنفاس بتایا تھا وہ اب اس زمانہ میں جائز نہیں ہے اور یہ عدمِ جواز کا حکم، حکمِ شریعت نہیں ہے، یہ حکمِ طریقت ہے کیونکہ اس زمانہ میں زیادہ ذکر کرنے سے دماغ میں خشکی بڑھ جاتی ہے، وہ زمانہ بہت ہی قوی لوگوں کا تھا، اب ہر وقت یہ تصور کرنا کہ میری ہر سانس سے لا الٰہ نکل رہا ہے اور الا اللہ اندر جارہا ہے، اس تصور سے بھی خشکی بڑھ جائے گی، بس اپنی ہر سانس میں یہ خیال رکھو کہ میری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں مصروف نہ ہوتو پاس اَنفاس ہوگیا۔ پاس معنی خیال رکھنا ہے، جیسے کہتے ہیں کہ بھئی! ہمارا پاس رکھنا یعنی پاسبانی، نگہبانی، خیال رکھنا اور دیکھ بھال کرنا۔

تو کسی وقت اللہ سے غافل نہ ہو، جیسے جہاز میں بیٹھو تو یہ مراقبہ رکھو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور میرا ہر لفظ نوٹ ہورہا ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۝﴾

(سورۃ قٓ: آیۃ ۱۸)

ہمارا لفظ لفظ لکھا جارہا ہے۔ اب بتایئے! جس کے ساتھ اتنی بڑی سی آئی ڈی لگی ہوئی ہے کہ وہ جو کچھ بول رہا ہے وہ لکھا جارہا ہے، تو کسی معشوق اور محبوب سے گفتگو میں جو لفظ نکلتے ہیں وہ سب بھی نوٹ ہورہے ہیں۔

بدنظری سے کیفیتِ احسانیہ زائل ہوجاتی ہے

ایسے ہی ایئر ہوسٹس سے جو گفتگو ہوتی ہے وہ سب نوٹ ہورہی ہے کہ اس لفظ میں کہیں آمیزشِ نفس تو نہیں ہے۔ اور ایئر ہوسٹس میں بعض تو بہت ہی زیادہ وائٹ کلر کی ہوتی ہیں مگر ان میں نمک نہیں ہوتا، خالی کلر سے

کیا ہوتا ہے، ان کا ڈیزائن اوران کا جغرافیہ اچھا نہیں ہوتا یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ہمارے نفس کو اس سے مجاہدہ ہو اور بعض کالی ہوتی ہیں مگر کالی بلا ہوتی ہیں، ان کا جغرافیہ پرکشش ہوتا ہے، بات چیت کرنے میں خیال رکھو کہ ان پر نظر نہ پڑنے پائے، ہم کو اپنے نفس پر کیسے اطمینان ہوسکتا ہے کہ ایئر ہوسٹس کو ہم دیکھ کر کہیں کہ بھئی! یہ لے آؤ، وہ لے آؤ اور نفس اس کے چہرہ کا نمک چوری نہ کرلے، میں بتا رہا ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔ یہ پرچہ بظاہر مشکل ہے کہ ہم پھر بات کیسے کریں؟ ہم کو کھانا اچھا نہیں دے گی۔ اگر اپنے ایمان کی سلامتی چاہتے ہو اور اپنے تعلق مع اللہ کی حفاظت چاہتے ہو اور اپنی دولتِ احسانی اور نسبت کی حفاظت چاہتے ہو تو نظر پر بالکل تالا لگالو تو سب آسان ہوجاتا ہے، اگر آپ ارادہ کرلو تو اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ارادہ میں بامراد کردیں گے، دنیاوی ارادوں میں تو بامراد ہونا لازم نہیں ہے مگر جس نے اللہ کا ارادہ کیا اس کو مراد مل کر ہی رہتی ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

دنیا میں جب سے زمین و آسمان بنے ہیں اور جب سے انسان آئے ہیں، اللہ کا کوئی عاشق ایسا نہیں ہوا جس کو اللہ نہ ملا ہو، دنیا میں اللہ کا کوئی عاشق ایسا نہیں ہوا کہ اللہ نے اس کے حال پر نظرِ عنایت نہ فرمائی ہو، تو اے میرے سردار! تمہارے اندر اللہ کی محبت کا درد نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے۔

تعلق مع اللہ کی قدر و قیمت

ہمت سے کام لو! اللہ تعالیٰ سے تعلق معمولی نعمت نہیں ہے، تعلق مع اللہ اتنی بڑی دولت ہے کہ زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہے اور سورج اور چاند سے زیادہ قیمتی ہے، سلطنت و بادشاہت سے زیادہ قیمتی ہے۔ اللہ سے تعلق ہونا اور

اللہ کو راضی رکھنا اتنی بڑی دولت ہے کہ اس پر جتنی جان فدا کی جائے کم ہے۔ سموسہ، پاپڑ اور چائے کی رنگینیاں اور خوبیاں اس دولت کے آگے کیا چیز ہیں؟ کچھ بھی نہیں ہیں۔

نفس کا مزاج

تو ان ایئر ہوسٹسوں سے نظر نیچی کر کے بات کرو، پھر جو اللہ کو منظور ہو کھالو، تقویٰ کے حدود میں جو کھانا ملے کھالو۔ ہمارا پیٹ جو ہے وہ پابندِ حدودِ تقویٰ ہے، جس کا بطن تابع باطن ہو پھر کیا پوچھتے ہو، پھر تو اس کا بطن بھی باطن ہے، اس کا معدہ اس کا قلب ہے کیونکہ قلب میں جو خشیت ہے وہ اس کے تابع ہے، اس کا معدہ ایسا نہیں ہے کہ کھانے پینے کے لئے سارے قانونِ الٰہی توڑ کر اِدھر اُدھر جہاں چاہے دیکھ لے۔ نفس کا مزاج چور ہے، فوراً گناہ اور نمک چرالیتا ہے لہٰذا اس کی ہر وقت نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے، یہی اصلی پاس انفاس ہے۔

وساوس اور ان کا علاج

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو دعا مانگی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِيْ تو قلب کا لفظ بتاتا ہے کہ وساوس کا تعلق قلب سے ہے اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! وسوسوں کا علاج صرف عدم التفات ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت نے اس پر قسم کیوں کھائی؟ یہ تراحم اور غلبۂ شفقت ہے کہ امت میری بات کو تسلیم کر لے ورنہ قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت کا کسی نے کوئی مال لیا ہوا تھا کہ حضرت قسم کھا رہے ہیں کہ خدا کی قسم یہ میرا ہی مال ہے، یہ تَرَاحُمُ عَلَى الْأُمَّةِ ہے، امت پر شفقت اور محبت ہے۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ واللہ! خدا کی قسم! وسوسوں کا علاج صرف

عدم التفات ہے یعنی ان کی طرف توجہ نہ کرو، نہ جَلْبًا نہ سَلْبًا یعنی وسوسوں کو خود سے لاؤ بھی نہیں اور انہیں دھکا بھی نہ دو۔ یہ بجلی کا ننگا تار ہے اگر دھکا دیا تب بھی لپٹ جائے گا، اگر دور کرنے کی کوشش کروگے تب بھی قریب آئے گا۔ بس ان وسوسوں کو یوں سمجھ لو کہ جیسے کوئی شاہراہ پر چل رہا ہے، سپر ہائی وے پر بادشاہ جارہا ہے، اسی شاہراہ پر کتّا بھی جارہا ہے، گدھا بھی جارہا ہے، بھنگی بھی جارہا ہے، بس ان کی طرف توجہ ہی مت کرو۔

وساوس سے معرفتِ الٰہیہ حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی وساوس کا ہجوم ہوتا ہے اور آدمی چاہتا ہے کہ وساوس دفع ہوجائیں لیکن نہیں ہوتے تو اس وقت یہ مراقبہ کرو کہ اللہ اکبر! کیا شان ہے اللہ کی! کہ دل چھوٹا سا ہے مگر فکر اور وسوسوں کا سمندر چلا آرہا ہے، واہ رے میرے مالک! آپ کی کیا شان ہے! سمندر کتنا بڑا ہے مگر ہمارے دل میں آرہا ہے، آسمان کتنا بڑا ہے مگر ہمارے دل میں موجود ہے، جنوبی افریقہ کتنا بڑا ہے لیکن دل میں لینیشیا بھی موجود اور آزاد وِل بھی موجود ہے، اللہ اپنے فضل سے اللہ والوں کے قلب میں ایسی وسعت پیدا کردیتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے قیدی معلوم ہوتے ہیں۔ جگر مرادآبادی کا شعر ہے ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مُشتِ خاک کے گرد

طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گذرے

زمین و آسمان جیسی عظیم القامت مخلوق نے ڈر کے مارے جس امانت کو اٹھانے سے انکار کیا تھا:

﴿فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ﴾

(سورۃ الاحزاب: آیۃ ۷۲)

اللہ کے عاشقوں کے دل نے اسے قبول کرلیا جو ڈیڑھ چھٹانک کا ہے، مگراس کو ڈیڑھ چھٹانک کا نہ سمجھو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در فراخِ عرصۂ آں پاک جاں
تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

اے دنیا والو! جانتے ہو کہ اللہ والوں کی جان کی وسعت کتنی ہے؟ عارفین کی روحوں میں قربِ حق و رابطۂ خاص مع الحق کے فیضان سے جو وسعت پیدا ہوتی ہے، ساتوں آسمان کی وسعت اس کے سامنے تنگ ہوجاتی ہے کیونکہ وہ اللہ والے مصاحبِ خورشیدِ حق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ تو یہ دل ہے تو چھوٹا سا مگراس کا میٹریل اوراس کی شان اللہ تعالیٰ نے عجیب بنائی ہے کہ مولائے کائنات اس میں مثل مہمان کے آتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک جانیں ہیں۔ جو اللہ کی ناراضگی سے بچتے ہیں ان کی جانیں پاک ہیں اور جو خدا کی ناراضگی سے نہیں بچتے، اپنے نفس کو امام بنائے ہوئے ہیں، ان کے نفس کو جیسے ہی حرام مزہ ملا اورانہوں نے اللہ کو بھلایا، یہ ناپاک جانیں ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا عشقِ شیخ

یہ سفر جو آپ لوگوں نے کیا ہے، کوئی ری یونین سے اور کوئی جنوبی افریقہ سے آیا ہے تو بتاؤ کہ اللہ کے لئے آئے ہو کہ نہیں؟ لہٰذا سبق سیکھ لو، اور میں وہی سکھا رہا ہوں جو اختر نے سیکھا ہے اور بڑی مصیبت سے سیکھا ہے، آپ لوگوں نے تو سموسے، پاپڑ اور ہر وقت نعمتوں میں رہ کر سیکھا ہے مگر ہم نے بہت مصائب کے ساتھ سیکھا ہے لیکن اللہ نے ان مصائب کو لذیذ فرمادیا تھا۔ میری خانقاہ میں بعض ایسے احباب ہیں کہ اگر ان کو چائے نہ ملے تو کہتے ہیں کہ رگ کھڑی ہوگئی، ٹک ٹک کررہی ہے اور چکر آرہا ہے، سر میں درد شروع

ہو گیا ہے۔ اور میں نے اس طرح اللہ کی محبت سیکھی کہ صبح سے ایک بجے تک بغیر ناشتہ کے رہتا تھا اور یہ ایک آدھ دن یا ایک مہینہ کی بات نہیں تقریباً دس سال میں نے اپنے شیخ کے ساتھ اسی طرح گذارے ہیں۔ آپ سوچو کہ مجھے اپنے شیخ سے کتنی محبت تھی ورنہ بھاگ جاتا کہ بھئی یہ عجیب خانقاہ ہے، یہاں تو پیٹ کی کچھ فکر ہی نہیں ہے مگر ہم ایک نظر شیخ کو دیکھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ میرا شیخ حاصلِ کائنات ہے۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن ہے
اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے

حضرت جنگل میں رہتے تھے مگر وہ جنگل بھی ہمیں گلستاں معلوم ہوتا تھا۔ اصل میں میرا ذوق یہی ہے، میں یہی زندگی پسند کرتا ہوں، میں پھولپور میں بھی جب حضرت سو جاتے تھے تو وہاں جنگل میں ایک چھوٹا سا دریا تھا، وہاں جا کر چادر اوڑھ کر لیٹ جاتا تھا، وہاں اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن میں سفید چادر اوڑھے لیٹا تھا کہ وہاں ایک چرواہا آ گیا، وہ سمجھا کہ کوئی مردہ ہے، مجھے دیکھ کر وہ ڈر گیا اور اس نے زور سے چیخ ماری، یا جبرئیل! اور اپنی گائے وغیرہ لے کر بھاگا، اس کا یا جبرئیل کہنا مجھے اب تک یاد ہے۔

یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ پر ایک علمِ عظیم

تو مرید کا فرض ہے کہ ہر وقت اس آیت کا مراقبہ کرے:

﴿یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ﴾

(سورۃ الکھف: آیۃ ۲۸)

بتاؤ! ہماری ہر سانس یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ہے یا نہیں؟ تلاوت کے یہ معنی تھوڑی ہیں کہ صرف تلاوت کرلو۔ بھئی! اس پر عمل بھی تو کرو، مرید اگر ہر وقت

مرید ہے، حالاً و استقبالاً مرید ہے، تب وہ اصلی مرید ہے کیونکہ یُرِیۡدُوۡنَ میں مضارع ہے کہ نہیں؟ تو یہ مطلب ہوا کہ جس کے دل میں حالاً و استقبالاً ہر وقت اللہ مراد ہو، ایئر ہوسٹس سامنے آئے تو بھی یہ سمجھو کہ میں اللہ کی ذات کا مرید ہوں، میرے دل میں اللہ مراد ہونا چاہئے، غیر اللہ کو مراد بنانے والا اور غیر اللہ کا ارادہ کرنے والا یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ہے یا اس دائرہ سے خارج ہے؟

تو سمجھ لو کہ اس آیت کے بارے میں یہ بہت عظیم الشان علم آج اللہ تعالیٰ اس سمندر کے کنارے عطا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی شان بیان فرما رہے ہیں یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ مطلب یہ کہ یہ حالاً و استقبالاً ہر وقت مجھے اپنا مراد رکھتے ہیں، یہ اللہ کے عاشقوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو ان کے ذوالحال کے لئے قید ہے، وہ ہر وقت اللہ کے عشق و محبت میں مقید ہیں مگر یہ ایسے قیدی ہیں کہ اپنی قید سے آزاد نہیں ہونا چاہتے ؎

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مگر اس قید کی میعاد ہے:

﴿وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ۝﴾

(سورۃ الحجر: آیۃ ۹۹)

جب موت آجائے تو بس اب چھٹی، پھر تو مزے ہی مزے ہیں، سب مجاہدہ ختم، مجاہدۂ بندگی ختم۔

خوف نہ ہو تو عشق غیر مقبول ہوتا ہے

تو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے مجھے یہ علم عظیم عطا فرمایا کہ یہ دعا کرو اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ وَسَاوِسَ قَلۡبِيۡ خَشۡيَتَكَ وَذِكۡرَكَ

اے اللہ! ہمارے دل کے وساوس کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنادے۔ یہاں خوف کو مقدم فرمایا کہ بغیر خوف کے عشق غیر مقبول ہوسکتا ہے، اگر عاشق حدودِ شریعت سے نکل گیا تو اس کا عشق تو ہے مگر غیر مقبول ہے۔ وہ عاشق بھی غیر مقبول ہے، اس کی ادائے محبت اور ادائے عشق اور اس کے کارنامۂ عشق سب غیر مقبول ہیں۔ اس لئے اللہ کا خوف اللہ کی محبت پر غالب رکھو۔

وساوس کا علاج صرف عدم التفات ہے

تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! وسوسوں کا علاج صرف عدم التفات ہے۔ اس پر ایک واقعہ سنئے! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جارہی ہے، جنگل میں چھوٹے سے ایک گڑھے میں پانی ملا، وہ دہ دردہ نہیں تھا یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا گڑھا نہیں تھا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہاں تو کتّے اور بھیڑیئے سب پانی پیتے ہوں گے، یہ پانی تو ناپاک ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے کتّے اور بھیڑیے کو اس میں سے پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ عرض کیا کہ نہیں، دیکھا تو نہیں ہے۔ فرمایا پھر پانی پاک ہے کیونکہ پانی کی اصل طہارت ہے اور اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّكِّ یقین کو یقین ہی توڑ سکتا ہے، یقین کو ظن اور غیر یقینی چیز نہیں توڑ سکتی۔

اسی طرح بعض لوگ وضو کے بارے میں شبہ میں رہتے ہیں کہ میرا وضو ٹوٹ گیا، حالانکہ جب تک قسم نہ کھا سکو کہ اللہ کی قسم میرا وضو ٹوٹ گیا ہے اُس وقت تک وضو ہے کیونکہ وضو کا کرنا یقینی ہے، عَلٰی سَبِیْلِ الْیَقِیْنِ ہے یعنی یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ میں نے وضو کیا تو یقینی وضو کو ظن اور شک نہیں توڑ سکتا لہٰذا جب تک وضو ٹوٹنے کا اتنا یقین نہ ہو کہ قسم کھا سکے اس وقت تک وضو ہے ورنہ شیطان ہر وقت وسوسے ڈالتا رہتا اور جب شیطان عدم التفات دیکھتا ہے تو فوراً بھاگ جاتا ہے کہ یہاں تو چائے پانی کچھ نہیں ہے۔

شیطانی وساوس سے بچنے کی دعا

جب مرتے وقت شیطان کہے کہ کہاں جارہے ہو بڑے میاں!
اللہ میاں ہیں یا یہ سب ایسے ہی ہے؟ تو فوراً پڑھ لو:

((اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ))

(مسند احمد: مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۱۴ ص ۱۰۹ (رقم الحدیث ۸۳۷۶)

مسند احمد اور جامع صغیر کی روایت ہے کہ اے اللہ! میں ایمان لایا آپ پر اور آپ کے رسولوں پر۔ بس آپ بالکل ایمان کے ساتھ جائیں گے ان شاء اللہ، چاہے وسوسہ چپکا ہی رہے۔ اسی طرح سڑک پر جارہے ہیں اور کسی عورت پر نظر پڑ گئی یا ایئر ہوسٹس کی طرف میلان ہورہا ہے، خواہ کفر کا وسوسہ ہو یا گناہِ کبیرہ کا، فوراً کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ تو کفر اور کبیرہ گناہ کے سب وسوسے ختم ہوجائیں گے اور آپ اس کی برکت سے پکے مؤمن رہیں گے۔ فَاِنَّ ذٰلِکَ یُذْھِبُ الْوَسَاوِسَ ان کلمات میں یہ خاصیت ہے کہ یہ وساوس کو ختم کردیتے ہیں۔ دنیا کی ڈی ڈی ٹی (D.D.T.) میں ملاوٹ ہوسکتی ہے مثلاً کمپنی ملاوٹ کردے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا ڈی ڈی ٹی ہے جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا کہ اگر شیطان تم کو تنگ کرے تو اس کی کھوپڑی پر یہ کلمہ ڈال دو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ بس سارے وساوس ختم ہوجائیں گے، یہ آسمانی ڈی ڈی ٹی ہے۔

کوئی غیر معتدل شخص صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا

تو ساری دنیا کی خانقاہوں میں جاکر پوچھو کہ پاس اَنفاس کیا ہے؟ وہ یہی کہیں گے ہر سانس میں ذکر جاری ہو، سانس جب اِنْ (In) ہو اور جب ایگزٹ (Exit) ہو یعنی دخول وخروج ہو۔ مگر تھانہ بھون کی خانقاہ کا اعلان یہ

ہے کہ اس زمانہ میں صحت ایسی نہیں ہے کہ کوئی اس طرح ذکر کرسکے ورنہ دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی، کچھ دن کے بعد نیند کم ہوجائے گی، پھر غصہ آنے لگے گا، پھر بیوی بچوں سے لڑائی شروع ہوجائے گی، گاہک سے بھی لڑائی شروع ہوجائے گی، غیر شعوری طور پر غیر معتدل ہوجائے گا اور اس کو پتا بھی نہیں چلے گا اور غیر معتدل انسان صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا لہٰذا ہر شیخ کو تھوڑا سا طبیب بھی ہونا چاہیے تاکہ مرید کی صحت کی محافظت ہوسکے۔

باوفا کون لوگ ہیں؟

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں پاس انفاس کا ذکر مت کرو۔ تو اب ہمیں پاس اَنفاس کیسے نصیب ہوگا؟ میں اس کا طریقہ بتاتا ہوں کہ ہر سانس میں یہ خیال رکھو کہ کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گذرے تو اس کو پاس اَنفاس نصیب ہوگیا۔ پاس معنی خیال، نگہبانی، حفاظت اور اَنفاس جمع ہے نَفَس کی۔ جس کی ہر سانس پر نگرانی اور کنٹرول ہو کہ ایک لمحہ بھی اللہ کی ناراضگی میں نہ گذرے تو یہ شخص کیسا ہے؟ یہ باوفا ہے کہ اپنی زندگی کی ہر سانس کو خالقِ اَنفاس پر فدا کرتا ہے، خالقِ نفس و اَنفاس کو ناراض نہیں کرتا۔ ہماری سانس جو ذریعۂ بقائے حیات ہے، اگر ہماری سانس رک جائے تو کیا زندگی رہے گی؟ تو جو شخص اپنی ہر سانس کو یعنی بنیادِ حیات کو اور اساسِ حیات کو اور بقائے حیات کو خالقِ حیات پر فدا کررہا ہے اور ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا کہ میری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی ناخوشی اور ناراضگی کے راستہ سے حرام خوشی امپورٹ نہ کرلے، میری کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں تو مبتلا نہیں ہورہی ہے، تو یہ شخص مبتلائے اخلاص ہے اور باوفا ہے، اس سے بڑھ کر تم کون سے صدیق اور کس ولی اللہ کو تلاش کرتے ہو؟

سب سے بڑا خسارہ

کیوں بھئی! اللہ تعالیٰ کے باوفا بننا چاہتے ہو یا بے وفا بننا چاہتے ہو؟ اگر اللہ سے بے وفا ہو تو دنیا میں تمہیں کس کی وفا کام آئے گی؟ میں سوال کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص اللہ سے بے وفا ہو گیا اور بے وفا مخلوق سے حرام لذت لے رہا ہے تو دنیا میں کوئی اللہ سے بے وفا ایسا بتادو جو تمہارے ساتھ باوفا ہو۔ یہ تو اللہ کی ستاری اور پردہ پوشی ہے کہ جو ہمارے دل کی گندگی کو مخلوق پر ظاہر نہیں ہونے دیتے ورنہ اگر ایئر ہوسٹسوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دل کے اندر میرا لنگوٹا لے رہا ہے اور ڈکوٹا پر بیٹھا ہوا ہے، ایک جہاز کا نام ڈکوٹا بھی ہے، تو اگر اِس کے دل کے ارادوں کا اُس کو علم ہو جائے تو آپ سوچیے کتنی لڑائیاں شروع ہو جائیں۔ جو اللہ سے الگ ہوا اس کی خیرت نہیں ہے، دونوں جہان، آسمان و زمین اس پر گر سکتے ہیں، اس سے بڑا خسارہ میں کوئی نہیں ہے۔ کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

لِكُلِّ شَيْءٍ إِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ
وَلَيْسَ لِلّٰهِ إِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

ہر وہ چیز جو تم سے جدا ہو جائے اس کا بدل موجود ہے لیکن اگر تم اللہ سے دور ہو گئے تو اللہ کا کوئی بدل نہیں ہے، پھر تمہارے گھاٹے اور خسارہ کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ کی شرح

دوستو! اختر سمندر کے کنارے یہ مضمون پیش کر رہا ہے کہ ہم سب لوگ کوشش کریں، عہد کریں اور ارادہ کریں کہ کسی بھی وقت ایسا نہ ہو کہ ہمارے قلب میں اللہ مراد نہ ہو اور يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ کے دائرہ سے ہمارا خروج

ہوجائے۔جس وقت کوئی بدنظری کرتا ہے، کسی کالی یا گوری کو دیکھتا ہے یا کوئی حرام کام کرتا ہے تو یہ بندہ اس وقت یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کے دائرہ سے خارج ہوجاتا ہے۔یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کا ترجمہ کیا ہے؟ کہ میرے خاص بندے ہر وقت مجھ کو مراد رکھتے ہیں اور آئندہ بھی مجھ کو مراد رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ یہ دونوں ترجمے ہوگئے، حال کا بھی اور استقبال کا بھی،مضارع میں فعل حال اور فعل مستقبل دونوں زمانے ہوتے ہیں۔تو

﴿یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ﴾

(سورۃ الکھف :آیۃ ۲۸)

اپنے رب کو یاد کرتے ہیں مگر اللہ نے محض یاد کو کافی نہیں فرمایا کہ ہر وقت بس میرا ذکر ہی کرتے رہو بلکہ یہ فرمایا کہ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ مجھ کو ہر وقت اپنی مراد بھی بناؤ، میرے علاوہ کسی چیز کا ارادہ بھی نہ کرو اِلّا یہ کہ وہ ارادہ میری مرضی کے تابع ہو، جیسے کھانا پینا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کھاتے ہیں تا کہ جان بنے تو جان اللہ پر فدا کریں، اگر کوئی شخص اپنے بکرے کو اچھا کھلاتا ہے تا کہ قربانی کے زمانہ میں اس کی قربانی کرے تو بکرے کو بڑھیا مال کھلانے کا ثواب ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ بکرا تگڑا ہوجائے اور خوب مضبوط ہوجائے تو میں اس کو اللہ کے راستہ میں قربانی کے دن قربان کروں گا۔تو اپنے نفس کو اس نیت سے اچھا کھلائے کہ اس سے خوب عبادت کرائیں گے، خوب محنت کرائیں گے اور اسے اللہ پر فدا کریں گے لیکن جو بکرے کو اچھا کھلائے تو اس پر فرض ہے کہ اس کو زہر بھی نہ کھلائے۔

بس بھئی !دعا کرو جو کہا گیا اور سنا گیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور اللہ ہی کا سہارا ہے، سچ کہتا ہوں مجھے اپنی تقریر کا بھی سہارا نہیں ہے، اللہ! آپ ہی کے کرم کا سہارا ہے، آپ کی یاری کا ہی سہارا ہے۔

ہماری اشکباری اور آہ وزاری بھی آپ کی محتاجِ یاری ہے، اگر آپ توفیق نہ دیں تو یہ نعمت ہم کو نہ ملے۔ اے خدا! ہم سب بے وطن ہیں، اپنے گھر اور بال بچوں سے دور ہیں، ہم سب آپ ہی کے لئے اپنے گھروں سے دور ہیں، ہم بے وطنوں اور غریب الوطنوں پر آپ اپنی رحمت کی بارش فرما دیجئے اور سمندر جو آپ کی اتنی عظیم مخلوق ہے تو اپنی اس خلاّقیتِ عظمیٰ کے صدقہ میں ہم مچھروں کو معاف بھی کر دیجئے اور پاک بھی فرما دیجیے اور اس پاکی پر دوام بھی نصیب فرمایئے اور ہمیں ایسا ایمان و یقین اور اپنی محبت نصیب فرما دیجئے کہ اے خدا! ہم سب کی ہر سانس آپ پر فدا ہو، ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض کر کے گناہوں کا زہر نہ کھائیں، آپ کے ذکر کی غذا کھائیں اور حلال نعمتیں بھی کھائیں مگر اپنے دل میں آپ کو ناراض کر کے کوئی حرام خوشی نہ لائیں، اس میں برکت نہیں ہے، اللہ کی ناراضگی میں کیسے برکت ہوسکتی ہے؟

بس دوستو! یہی ایک عمل کرلو کہ عمل نہ کرو، یہی ایک کام کرلو کہ کام نہ کرو، یہی ایک مجاہدہ کرلو کہ مجاہدہ نہ کرو یعنی گناہ کی تکلیفیں کیوں اٹھاتے ہو؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ نسبتِ اولیاءِ صدیقین بنا دے جو اولیاء اللہ کا سب سے آخری مقام ہے جس کے آگے پھر نبوت شروع ہوتی ہے۔ اے خدا! ہم سب کو ولایت کے اس دروازہ تک پہنچا دے جو آپ نے کھولا ہوا ہے، ہم اپنی نالائقی سے آپ کے کھولے ہوئے دروازہ تک نہیں پہنچ رہے ہیں تو آپ ہم سب کو ہمت و توفیق دیجئے کہ ہم آپ کی رحمت سے اولیاءِ صدیقین کی خطِ منتہاء تک رسائی حاصل کرلیں، اور ایک لمحہ بھی نہ میں آپ کو ناراض کروں، نہ میری اولاد آپ کو ناراض کرے، نہ میرے احباب آپ کو ناراض کریں کیونکہ مجھے غم ہوتا ہے اور ہر مومن کو غم ہونا چاہئے، اگر اس کا دوست خدا کو ناراض کر رہا ہو تو اسے افسوس ہونا چاہئے یا نہیں؟ اگر بچہ بھی اللہ کو ناراض کر رہا ہو تو بچہ سے کہو

کہ بیٹا! اللہ کو ناراض نہ کرو۔ اے اللہ تعالیٰ! اختر کو، اس کی اولاد کو، اس کے احبابِ حاضرین کو اور غائبین کو اور پوری امتِ مسلمہ کو اپنی رحمت سے اس نعمت سے نوازش فرمائیے، کافروں کو بھی ایمان عطا فرما دیجیے اور اگر ان کے مقدر میں ایمان نہیں ہے تو ان کے شر سے امتِ مسلمہ کو محفوظ فرمائیے اور چیونٹیوں پر رحم فرمائیے بلوں میں، پرندوں پر رحم فرمائیے فضاؤں میں اور مچھلیوں پر رحم فرمائیے دریاؤں میں اور سمندروں میں، یا اللہ! تمام مخلوق پر رحم فرما۔ اور اے اللہ! ہمیں جدائی کا دن نہ دکھائیے ؎

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ
جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

جس جان کو آپ نے لذتِ قرب دی ہے اس کو عذابِ دوری نہ دیجیے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

ملفوظات

(ماریشس کے جنگل میں)

خدّامِ دین کا افضل ترین لمحۂ حیات

ارشاد فرمایا کہ: یہ سانس جو تقویٰ سیکھنے میں اور سکھانے میں گذر جائے فرض ہے، سارے عالم کے نوافل سے یہ وقت افضل ہے، جو گھڑی جنگل میں اللہ کا خوف اور تقویٰ سکھانے میں اور گناہ سے بچنے کی وفاداری سکھانے میں گذر رہی ہے، یہ نہایت قیمتی لمحات ہیں۔

دیکھو! اگر کسی فیکٹری کا ملازم مزدوروں کو مالک کے ساتھ وفاداری سکھا رہا ہو تو مالک کہے گا کہ اس کا ہر طرح سے خیال رکھو، اس کی شادی بیاہ

بھی کرادو، اس کا مکان بھی بنوا دو۔تو حق تعالیٰ ایسے بندہ کو کتنا دے گا جو اللہ کے غلاموں کو اللہ کی وفاداری سکھا رہا ہو اور بے وفائی سے حرام لذت کی امپورٹنگ کو منع کر رہا ہو۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ : اللہ تعالیٰ ہمیں احسانی کیفیت عطا فرمائے اوراحسانی کیفیت کیا ہے؟ جو عظمتِ الٰہیہ سے دبا ہوا ہو، اتنا عظمتِ الٰہیہ کا ہر وقت استحضار ہو جیسے سر پر پہاڑ رکھا ہوا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب عظمتِ الٰہیہ غالب ہوگی تو نماز میں مزہ بڑھ جائے گا، وہ کیسے؟ قیام میں دبا کھڑا ہے، رکوع میں دبا جھکا ہے، سجدہ میں دبا پڑا ہے۔ یہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے جملے ہیں کہ اللہ کی عظمت کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ کھڑا ہوا ہے تب بھی دبا ہوا ہے، دبا کھڑا ہے اور رکوع میں عظمت الٰہیہ سے دبا جھکا ہوا ہے اور سجدہ میں دبا پڑا ہوا ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے صدیق تھے

ارشاد فرمایا کہ : میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے صدیقین میں سے تھے۔ میں نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ہمیشہ نظریں جھکا کر چلتے تھے، بس تھوڑا سا سامنے دیکھتے تھے، نہ اِدھر دیکھتے تھے نہ اُدھر، یہ میرا دس سال کا مشاہدہ ہے، جس بازار سے حضرت لاکھوں دفعہ گذرے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ مٹھائی کی دکان ہے یا کپڑے کی۔ اور ہمیشہ باوضو تلاوت کرتے ہوئے بخاری شریف پڑھانے پھولپور سے مدرسہ جاتے تھے۔

ایک مرتبہ میرے شیخ نے مجھے ضلع سلطان پور ایک کام سے بھیجا تو سلطان پور کے حاجی عبدالواحد صاحب نے مجھے بتایا کہ میں تمہارے شیخ مولانا

عبدالغنی صاحب کا ایک مقام بیان کرتا ہوں۔ پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا واقعہ سنایا کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اعظم گڑھ سے ایک صاحب کا خط آیا ہے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھ کر اپنی مجلس میں سنایا کہ اس میں لکھا ہے کہ جب میں دنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خط سنا کر فرمایا کہ یہ صاحب اس زمانہ کے صدیقین کا ایمان رکھتے ہیں کہ جس کو دنیا کی زمین آخرت کی زمین معلوم ہو۔ پھر حضرت کسی کام سے گھر چلے گئے تو حاجی عبدالواحد صاحب نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ دیکھوں اس خط کے آخر میں کس کا نام لکھا ہے؟ تو بتایا کہ وہاں تمہارے شیخ کا نام، عبدالغنی پھولپوری، لکھا ہوا تھا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ پر کبھی کبھی ایسی کیفیت طاری ہوئی، اللہ تعالیٰ کی عظمت ایسی غالب ہو جاتی تھی کہ دو دو مہینہ میں نے مارے ڈر کے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، جیسے کوئی بادشاہ کی ہیبت کی وجہ سے آنکھ نہ ملا سکے۔

صحبتِ شیخ میں رہنے کی نیت کیا ہونی چاہئے؟

اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ شیخ کے پاس جب رہو تو اس کیفیت کو حاصل کرنے کی نیت کرو۔ جب شیخ کے ساتھ رہو، پیر کے ساتھ رہو، مربی کے ساتھ رہو تو علم کے اضافہ کے لئے مت رہو اگرچہ علم حاصل ہو مگر نیت یہ نہ کرو بلکہ نیت یہ ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں استحضارِ عظمتِ الٰہیہ یعنی عطائے کیفیتِ احسانیہ اور بقائے کیفیتِ احسانیہ اور ارتقائے کیفیتِ احسانیہ نصیب فرمادے ورنہ ایک آدمی جو شیخ کے ملفوظات نوٹ کرتا ہے وہ کہے گا کہ شیخ کے پاس کیا ہے؟ وہاں تو ہر وقت یہی بیان ہوتا رہتا ہے، وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ تو الفاظ کو مت دیکھو، تکرارِ علم کو مت دیکھو، تقویٰ کو دیکھو اور

اپنے علم کو دیکھو کہ میرا کتنا علم عمل سے مقرون ہے اور کتنا علم عمل سے محروم ہے۔ کیفیتِ احسانیہ اور تعلق مع اللہ کی قوت معلوم کو معمول بناتی ہے، یہ ہمارے علم کو عمل تک پہنچاتی ہے، یہ پیٹرول ہے، روشنی ہے، راستہ تو دیکھ رہے ہیں مگر موٹر میں پیٹرول نہیں ہے، روشنی تو ہے، راستہ نظر آرہا ہے کیونکہ علم نے ہمیں راستہ دکھادیا مگر اللہ والوں کی صحبت ہمیں عمل تک پہنچاتی ہے۔

قطب العالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہم حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم لینے نہیں گئے تھے، ہم وہاں اس لیے گئے تھے کہ جتنا علم حاصل ہے اس پر عمل نصیب ہوجائے۔ ہم جہاں جہاں عمل میں کمزوری محسوس کرتے تھے حاجی صاحب کی برکت سے ہماری بیٹری چارج ہوگئی اور کمزوری دور ہوگئی۔ لہٰذا شیخ کے پاس عمل کے لئے رہو کہ قوتِ عمل پیدا ہو ورنہ معلومات تو سب ہی کے پاس ہیں۔ کتنے ایسے ہیں کہ جامع الملفوظات ہوئے ہیں مگر عامل الملفوظات نہیں ہوئے، جامع الملفوظات تو ہیں کہ شیخ کی ہر بات نوٹ کررہے ہیں مگر عامل الملفوظات نہ ہونے سے یہ ایسے ہیں کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جیسے ایک خانساماں سوپ پکاتا ہے اور سب کو پلاتا ہے مگر خود نہیں پیتا۔ تو امت کو فائدہ پہنچانے والو! خود بھی عمل کرو ورنہ خانساماں کی مثال ہوگے جو سب کو سوپ پلا کر تگڑا کررہا ہے مگر ظالم خود نہیں پیتا، خود کمزوری سے مررہا ہے۔ تو شیخ کے پاس علم میں اضافہ کی نیت سے مت رہو کیونکہ تکرارِ علم کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ سب تو میرا سنا ہوا ہے، تو سَمِعۡنَا تو ہوا مگر اَطَعۡنَا نہیں ہوا، اللہ کے یہاں وہ سَمِعۡنَا قبول ہے جس پر اَطَعۡنَا کی توفیق ہوجائے ورنہ کفار بھی سَمِعۡنَا کہتے تھے لیکن وہ عَصَیۡنَا کہتے تھے یعنی سُن تو لیا مگر اس کو مانتے نہیں۔

اولیائے صدیقین کی شان

اس لئے آج میرے قلب میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ میرے خاص مقبولین بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ فیضانِ نبوت پر فدا ہیں، فیضانِ نبوت کو پا رہے ہیں اور عطائے فیضانِ نبوت سے مالا مال ہیں، میں ان کے قلب میں ہر وقت مراد رہتا ہوں اور وہ ہر وقت میرے مرید رہتے ہیں۔تو آج آپ نے مقبولین کی تعریف سنی کہ ان کا ہر لمحۂ حیات ہمارا مرید ہے، میں ہر سانس میں ان کا مراد ہوں، ان کی کسی سانس کا میری نافرمانی میں مشغول ہو کر ایک لمحہ کو بھی یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کے دائرہ سے خروج نہیں ہوتا، یہ ہیں اولیاء صدیقین جو ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہیں کرتے۔ اس کے لئے خانقاہوں میں جانا پڑتا ہے، بزرگوں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے، مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، اپنا گھر چھوڑنا پڑتا ہے۔ دیکھو! اتنے آدمی گھر چھوڑ کر آئے ہیں کہ نہیں؟ اور آج میں نے یہی دعا کی کہ یا اللہ! اختر بھی بے وطن ہے، میرے احباب بھی بے وطن ہیں، بال بچوں اور کاروبار سے دور ہیں، آپ ہمیں محروم نہ فرمایئے، آپ کی مخلوق سمندر ہمارے سامنے ہے، اپنی اس خلّاقیتِ عظمیٰ کے صدقہ میں ہم سب کو اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے، جس کے آگے ولایت ختم ہے وہاں تک پہنچا دیجیے۔ میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ یہ راستہ مجاہدہ کا ہے، خدا گھر بیٹھے نہیں ملتا، اس کے لیے رگڑے کھانے پڑتے ہیں، مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔

حضرت والا دامت برکاتہم کے عشقِ شیخ کا ایک اور واقعہ

اب دیکھو! میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم انڈیا سے کراچی ایئر پورٹ پر آئے، ہم لوگوں نے کوشش کی مگر کچھ قانونی پیچیدگیوں

کی وجہ سے ان کو کراچی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی، پھر دوسرے دن اجازت مل گئی مگر ایک رات حضرت کو ایئر پورٹ پر رہنا پڑا، سب لوگ میرے شیخ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے کہا کہ اختر تیرا شیخ اس وقت بے وطن ہے، کیا تو اپنے گھر میں جا کر سوئے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میرا شیخ تو اپنے بال بچوں سے دور میرے ملک میں آیا ہوا ہے اور میں گھر جا کر سو جاؤں، تو میں نے گھر پر فون کر دیا کہ جہاں میرا شیخ ہے میں اللہ کے راستہ میں وہیں سوؤں گا۔ جس کی جتنی قربانی ہوتی ہے اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی اس پر مہربانی ہوتی ہے۔ پھر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ ہوائی جہاز کی بار بار جو لینڈنگ ہو رہی ہے تو اس کے شور وغل کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آ رہی، حضرت نے فوراً اپنا بکس کھولا اور اس میں سے روئی نکالی اور فرمایا کہ تھوڑی روئی دونوں کانوں میں ڈال لو۔ دیکھو! اللہ والے ہمیں دنیا کا آرام بھی سکھاتے ہیں ورنہ شیخ کے ذمہ یہ تھوڑی ہے کہ ہوائی جہاز کی آواز کو کمزور کر دے، اس کے ذمہ یہ فرض نہیں ہے کہ مریدوں کی نیند کا انتظام بھی کرے۔ تو حضرت نے روئی دی اور کہا کہ کان کے اندر ڈال لو، ہمارے تو ذہن میں بھی یہ بات نہیں تھی، بس پھر اس کے بعد الحمدللہ! ہم کو نیند آ گئی۔ حدیث پاک میں ہے:

((اَلَاۤ اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ باب البکاء والخوف؛ ص ۴۵۷)

اللہ سستا نہیں ہے جو تم یہ سمجھتے ہو کہ گھر بیٹھے مل جائے گا، اللہ کا سودا بہت مہنگا ہے، دونوں جہان سے زیادہ قیمتی ہے، وہ اگر جان دینے پر بھی مل جائے تو بھی سستا سودا ہے۔

متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

اللہ تعالیٰ کے قرب کی دولت جان دینے پر بھی ہمارے لئے ارزاں ہے۔

ایک غلام خالق پر فدا ہے، اس کے ساتھ اللہ ہے، جس کے ساتھ اللہ ہو تو اس کی قیمت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو۔

اولیاء اللہ کا جغرافیہ

مولانا سلیمان! مزہ آرہا ہے کہ نہیں؟ آہ! کیا کہیں بس یہی دل چاہتا ہے کہ ہر وقت اللہ کے عاشقوں کی جماعت ساتھ ہو۔

ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

اللہ تعالیٰ نے آج میرے اشعار کی عملی شکل دکھادی، میرے اشعار کی ظاہری حسّی صورت نظر آگئی کہ اللہ نے اپنے عاشقوں میں جینا اور مرنا نصیب فرمایا حالانکہ اس شعر کو کہے ہوئے بیس سال ہوگئے ہیں مگر اللہ نے میری مراد، میری آنکھوں کی ٹھنڈک پوری فرمادی کہ خدا کے عاشقوں کی جماعت ساتھ ہو اور اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو اور نافرمانی کی دور دور تک کوئی صورت نہ ہو، نافرمانی کے اسباب دور دور تک نہ ہوں کیونکہ اسبابِ نافرمانی سے دوری بھی فرض ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ دلیل بھی سن لو:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۸۷)

اللہ کی حدود یعنی اللہ کی نافرمانی کے قریب بھی نہ رہو۔ تو اللہ کا شکر ہے کہ یہاں سمندر ہے، سب اپنے لوگ ہیں، کوئی غیر نہیں ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَا فَخْرَ یَارَبِّیْ اے اللہ! آپ کا احسان و کرم ہے جو ہم ایسے جغرافیہ میں ہیں، جو ایسے جغرافیہ میں رہے گا ان شاء اللہ اس کی تاریخ بھی روشن ہوجائے گی کیونکہ تاریخ جغرافیہ کے تابع ہے، اگر جغرافیہ گندا ہے تو تاریخ بھی گندی ہوجائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کیسا جغرافیہ دیا ہے، اولیاء اللہ کا جغرافیہ معمولی جغرافیہ ہے؟ اولیاء اللہ کا جغرافیہ پڑھنے سے لوگ اولیاء اللہ ہوجاتے ہیں۔ مجھے تو اتنا

مزہ آرہا ہے، اتنا مزہ آرہا ہے کہ یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا مگر..........
جاؤں گا، جانے کا دل نہیں چاہتا مگر جاؤں گا کیونکہ جانا ضروری ہے، وہاں
کراچی میں میرا مدرسہ ہے، وہاں دین کا کام ہورہا ہے، مگر یہاں اتنا مزہ
آرہا ہے کہ جی چاہتا ہے بس یہیں رہوں، اللہ کرے مجھے دنیا میں ایسی جگہ
خانقاہ مل جائے جہاں اللہ کا کوئی نافرمان نہ رہتا ہو بلکہ خدا کے عاشقوں کی
جماعت ہو اور سمندر سامنے ہو۔ اللہ سے یہ میری دعا ہے اور اس دعا کے ساتھ
ایک دعا اور بھی ہے کہ ایک ہی جگہ نہ رہوں، سارے عالم میں چلتا پھرتا رہوں
کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے کہ یا اللہ! میری امت کے عالموں کا رزق
پھیلا دے، ایک جگہ نہ رکھ، ورنہ اگر ایک ہی جگہ رزق کھاتے رہیں گے
تو دین وہیں پھیلے گا، سارے عالم میں دین کیسے پھیلے گا؟ لہٰذا ان کا رزق
سارے عالم میں پھیلا دے تاکہ یہ جہاں اپنی تقدیر سے پیٹ کا رزق
کھائیں وہیں میرے دین کی اشاعت بھی ہوتی رہے۔ اس لئے ابھی لندن
سے آئے تھے، اب اگر سب بارباڈوس چلتے تو بہت مزہ پاتے۔ لیکن الحمدللہ
یہاں بھی اتنے دوست آگئے حالانکہ زیادہ کوشش اور تقریر نہیں ہوئی، خود اللہ
نے دلوں میں ڈال دیا۔

صحبتِ شیخ کے لئے بے وطن ہونا سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے

ایک ساعت اہل اللہ کے ساتھ رہنا ایک لاکھ سال کی عبادت سے
افضل ہے اور اپنے شیخ اور مربی کے ساتھ رہنا تو دس کروڑ سال سے بھی زیادہ افضل
ہے کیونکہ ساری دنیا کے اہل اللہ کی محبت اور عظمت ہمارے سرآنکھوں پر ہے
مگر اپنے شیخ کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ شیخ کے ساتھ رہنا سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم
کا دور تازہ کرتا ہے۔ جب ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنے دینی مربی کے ساتھ
کس طرح بے وطن یہاں سمندر کے کنارے ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا محبت رہی ہوگی؟ یہ تو اس کا معمولی سا نمونہ ہے۔ اس زمانہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ جو ہم ان کی محبت میں دربدر پھرتے ہیں۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لئے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کئے ہوئے

یہ میرا ہی شعر ہے، اللہ والا چمن یعنی شہر میں رہے تب بھی اور جنگل میں سمندر کے کنارے رہے تب بھی اس کے دل میں اللہ کی محبت کا جو درد ہوتا ہے وہ اس درد کو سارے عالم میں تقسیم کرتا ہے۔

محبتِ الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟

مگر قسمت والے ہی اسے پاتے ہیں کیونکہ بارش سے جب موتی بننا ہوتا ہے تو اس میں دو سبب ظاہر ہوتے ہیں۔ نمبر ایک: اللہ کی مشیت وارادہ اور نمبر دو: اس قطرہ میں بھی ارادہ ہوتا ہے کہ مجھے موتی بننا ہے، آسمان سے جو بارش ہوتی ہے اس کے قطرات خالقِ آسمان کی مشیتِ الٰہیہ اور ارادۂ خداوندی کو ساتھ رکھتے ہیں، پھر سیپ کو حکم ہوتا ہے کہ تو منہ کھول دے، میں تیرے اندر موتی پیدا کرنا چاہتا ہوں، تو سیپ کا منہ کھل جاتا ہے، قطرہ اس کے منہ میں آتا ہے اور موتی بن جاتا ہے۔ تو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا موتی پیدا کرنا چاہتا ہے تو شیخ کے الفاظ میں وہ تاثیر اور ارادۂ الٰہیہ اور مشیتِ الٰہیہ اور ارادۂ خداوندی شامل رہتے ہیں، پھر جس کے دل میں اللہ اپنی محبت کا موتی بنانا چاہتا ہے اس کے قلب کو الہام کرتا ہے کہ منہ کھول، پھر وہ الفاظ اس کے دل میں جا کر موتی بن جاتے ہیں۔ اور یہ موتی کیا ہے؟ نسبت مع اللہ۔ اللہ سے تعلق علیٰ سطح الولایت، اولیاء اللہ والا ایمان، اللہ کے دوستوں والا ایمان

اس کونصیب ہوجاتا ہے۔

اس لئے اللہ سے دونوں چیزیں مانگو، اس کی مشیت بھی مانگو اور فضلِ رحمانی بھی مانگو:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾

(سورۃ النور: آیۃ ۲۱)

تو آدمی تین چیزوں سے ولی اللہ بنتا ہے۔ نمبر ۱: فضلِ خداوندی۔ نمبر ۲: رحمتِ الٰہیہ۔ نمبر ۳: مشیتِ خداوندی۔ اس کو یادرکھنے کا ٹوٹکا بتاتا ہوں کہ دوخداوندی کے درمیان میں الٰہیہ ہے۔ کسی نے کہا کہ ٹورنٹو کیسے یاد رہے گا؟ ٹورنٹو کینیڈا کا ایک شہر ہے۔ میں نے کہا کہ دوٹو کے بیچ میں رن لگا دو، آگے پیچھے ٹو بیچ میں رن، تو ٹورنٹو یاد رہے گا۔ اسی طرح قابیل اور ہابیل یاد رکھنے میں ہمیشہ تردد رہتا تھا کہ اس میں قاتل کون ہے تو جس کے نام میں بڑا قاف ہے وہ قاتل ہے۔ اسی طرح حدیث کی دعا ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَكَ وَذِكْرَكَ اے اللہ! ہمارے وسوسوں کو اپنی خشیت اور اپنی یاد بنادے۔ تو میں اس دعا کے بارے میں سوچتا تھا کہ اس میں خشیت پہلے ہے اور ذکر بعد میں ہے یا ذکر پہلے ہے خشیت بعد میں ہے؟ تو خیال آیا کہ ''خا'' پہلے ہے اور ''ذال'' بعد میں ہے لہٰذا خَشْیَتَكَ وَذِكْرَكَ ہے، اب میں اطمینان سے یہ دعا پڑھتا ہوں، کوئی شک ہی نہیں رہتا۔

عطائے نسبت مع اللہ کی علامت

ارشاد فرمایا کہ: جب آفتاب نکلتا ہے تو ستارے نظر آتے ہیں؟ تو جس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق عطا ہوتا ہے تو سلاطین کے تخت و تاج اس کی نگاہوں سے گرجاتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یقین ہے کہ ساری

دنیا کے بادشاہ اگر میرے پاس مسلمان ہو کر آجائیں تو بھی اختر کے زاویۂ بندگی میں ایک اعشاریہ فرق نہیں آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ جب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اب تو خانقاہ چمک جائے گی کیونکہ مشرقِ وسطیٰ، شرقِ اوسط میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا غلغلہ تھا۔ تو حضرت کو یہ بات اچھی نہیں لگی، فرمایا کہ خواجہ صاحب! کیا سید سلیمان ندوی کے مرید ہونے سے میری عزت ہے؟ اشرف علی کی عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے، پھر حضرت نے جوش میں آکر فرمایا اگر سارے عالم کے بادشاہ مسلمان ہو کر مجھ سے مرید ہو جائیں تو بھی اشرف علی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق ہے اس میں ایک اعشاریہ بڑائی نہیں آئے گی۔

بے مثل ذات کی لذتِ یاد بھی بے مثل ہوتی ہے

تو اللہ والے بہت بڑی نعمت ہیں، لوگ سمجھتے نہیں، پہچانتے نہیں، اور یہ چیز سمجھانے کی نہیں ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ اللہ کی محبت، ولایت اور اللہ کی دوستی سے دل میں کیا مزہ آتا ہے تو کوئی بڑے سے بڑا ولی اللہ اس کو بتا نہیں سکتا اور اس کی دلیل کتنی عمدہ ہے کہ دنیا محدود ہے، جب محدود لذت کی تعبیر کے لئے محدود لغت کافی نہیں ہوتی تو غیر محدود، حق تعالیٰ کی ذات کی لذتِ غیر محدود اور بے مثل کی تعبیر محدود لغت سے کیسے بیان کی جاسکتی ہے:

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

(سورۃ الاخلاص: آیۃ ۴)

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ پر نفی داخل ہے اور **اِنَّ النَّكِرَةَ اِذَا وَقَعَتْ تَحْتَ النَّفْيِ تُفِيْدُ الْعُمُوْمَ**، جب نکرہ پر نفی داخل ہوتی ہے تو عموم کا فائدہ دیتی ہے، لہٰذا جب اللہ کی ذات بے مثل ہے تو ان کی لذتِ یاد بھی بے مثل ہے، حوریں بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہیں۔

یاد رکھو! جنت کی حوریں بھی اللہ کی یاد کی لذت کی مثل نہیں ہوسکتیں کیونکہ حوریں حادث ہیں فانی ہیں اور اللہ کی ذات قدیم اور واجب الوجود ہے، بے مثل ہے، اللہ کے نام میں جو مزہ ہے دونوں جہان میں نہیں ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے نہیں سمجھو گے، دنیاوی مثال سے بات جلد سمجھ میں آتی ہے۔ تو فرمایا کہ دیکھو! ایک لڑکی نے ایک لڑکی سے پوچھا کہ سنا ہے بہن تمہاری شادی ہوگئی ہے؟ تو لڑکی نے کہا کہ ہاں بہن شادی تو ہوگئی۔ کہا کہ تم کو کیا مزہ ملا، ذرا ہمیں بھی بتاؤ۔ تو اس نے کہا جب تیرا بھی بیاہ ہووے گا تب تجھے مجہ (مزہ) معلوم ہووے گا۔ آہ دوستو! ہنسنے کی تو ہے بات مگر میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اس مزہ کے لئے لغت میں کوئی لفظ نہیں ؎

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

میرے گلستان کو دیکھ کر میری بہار کا تھوڑا سا تصور کر سکتے ہو۔ اللہ والوں کے دل میں جب خدا آتا ہے تو اس کا مزہ ان کا دل ہی جانتا ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کیں
بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ کی تفسیر میں نیا علمِ عظیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام میں جو لذت رکھی ہے، وہ ہر شخص کے مجاہدہ اور قربانی کی مقدار کے مطابق اسے اپنے قرب کی لذت عطا فرماتے ہیں۔ اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۵۲)

تم ہمیں یاد کرو بِالْاِطَاعَۃِ ہماری اطاعت کے ساتھ اَذْکُرْکُمْ بِالْعِنَایَۃِ تو ہم تم کواپنی مہــربانی سے یاد کریں گے۔تو ابھی اس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون عطافرمایاہے کہ جونماز، روزہ، حج کا مزہ لیتے ہیں، تلاوت کا مزہ لیتے ہیں، ان کی اطاعت، اطاعۃ بالحلاوۃ ہے، ہم ان کی حلاوت کے اعتبار سے ان پرمہربانی اورعنایت کریں گے۔تواس آیت کی تفسیر یہ ہے:

((فَاذْکُرُوْنِیْ بِالْاِطَاعَۃِ اَذْکُرْکُمْ بِالْعِنَایَۃِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ) ؛ ج ۲ ص ۵۷۱)

(تفسیر بیان القرآن: (ادارہ تالیفات اشرفیہ) ؛ ج ۱ ص ۹۶)

تم ہمیں یاد کرو ہماری فرماں برداری سے ہم تم کو یاد کریں گے اپنی عنایت سے۔لیکن وہ عبادت جوگناہوں سے بچنے کی مشقت اورمجاہدہ کی ہے، جو مائنس تار یعنی منفی تار کہلاتی ہے، اور نماز، روزہ، حج، عمرہ وغیرہ کی عبادت پلس تار یعنی مثبت تار کہلاتی ہے، جب تک پلس اور مائنس دونوں کی وائرنگ نہ ہو روشنی پیدا نہیں ہوسکتی۔تو ہماری محبت کا چراغ اور آفتاب اور روشنی چاہتے ہو تو نظر کی حفاظت کرو، گناہوں سے بھی بچو، منفی وائرنگ بھی لگاؤ، خالی پلس وائرنگ حج وعمــرہ اور ہر وقت تلاوت و تسبیح جو کرتے ہو تو یہ پلس وائرنگ ہے، ایک ہی مثبت تار سے روشنی نہیں پیدا ہوگی، مائنس وائرنگ بھی کرنی پڑے گی کہ جن چیزوں کو ہم نے حــرام قرار دیا تم ان کو چھوڑ کر اپنی رغبتِ شدیدہ کے باوجود غم اٹھا کر میری فرماں برداری کرلو اور حفاظتِ نظر کرلو۔

نہ کالی کو دیکھ نہ گوری کو دیکھ
اسے دیکھ جس نے انہیں رنگ بخشا

جس نے ان مٹی کے جسموں کو کلر یعنی رنگ دیا ہے اُس خالق خاک کو دیکھو کہ خاک کو کتنا رنگین بنادیا کہ بڑے بڑے عقلمند پاگل ہوجاتے ہیں۔

تو دیکھو! یہ حج، عمرہ، تلاوت اور یہ جنگل میں جو وعظ ہو رہا ہے اس میں مزہ آ رہا ہے، یہ عبادت کیسی ہے؟ یہ عبادتِ مُثبتہ ہے۔ یہ مَمْزُوْجٌ بِالْحَلَاوَةِ ہے مَمْزُوْجٌ بِالْعَیْشِ ہے لیکن جب کوئی حسین سامنے آجائے پھر نظر بچاؤ تو ہم تم کو حلاوتِ ایمانی بھی دیں گے کیونکہ تم نے اپنی آنکھوں کی حلاوت مجھ پر فدا کی تو حلاوتِ بصارت کے مقابلہ میں ہم تم کو حلاوتِ بصیرت عطا کریں گے۔ تم نے عبادتِ مُثبتہ کے ساتھ ساتھ عبادتِ منفیہ بھی کی ہے جو مَمْزُوْجٌ بِالْاَلَمِ ہے بلکہ بِالْاٰلَامِ ہے، تم کتنی تکلیفیں اٹھا رہے ہو، ایئر ہوسٹس سامنے ہے، اس میں نمک بھی ہے مگر تم نظر نیچی کر کے چائے مانگتے ہو، تمہارے ٹی (TEA) مانگنے کا انداز کہ نظر نیچی کر کے کہا کہ چائے لے آؤ، تمہاری جو یہ ٹی (TEA) ہے جو نظر بچا کے مانگی ہے یہ گارنٹی ہے کہ تم متقی ہو، اور اگر آنکھ میں آنکھ ملا کر کہا، مسکرا بھی رہا ہے اور سر بھی ہلا رہا ہے، یُحَرِّكُ رَأْسَهٗ وَیَتَبَسَّمُ وَجْهُهٗ چہرہ مسکرا رہا ہے اور سر ہلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ذرا جلدی سے چائے لے آؤ اور کمبخت آئی سی (I SEE) بھی کہہ رہا ہے، اسے دیکھ بھی رہا ہے، تو کیا ایسا شخص متقی ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا جو اَذْكُرْكُمْ ہے، جو عبادت، جو ذکر مَمْزُوْجٌ بِالْاَلَمِ ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت بھی کَمًّا وَ كَیْفًا زیادہ ہوتی ہے اس لئے جو لوگ تقویٰ سے رہتے ہیں ان کے قلب میں دردِ دل اور اللہ کی محبت کی مٹھاس، ان کی تقریر کی لذت کا عالم ہی اور ہوتا ہے۔

تو فَاذْكُرُوْنِیْ بِالْاِطَاعَةِ تم ہمیں یاد کرو ہماری اطاعت کے ساتھ، جیسی تمہاری اطاعت ہوگی ویسا ہی ہمارا اَذْكُرْكُمْ ہوگا، اگر تم نے عبادت میں مزہ پایا، جیسے یہ ماحول ہے، ماشاء اللہ، تو اس کی بھی ہم تم کو جزا دیں گے اور اپنی عنایت سے تم کو محروم نہیں کریں گے، اسی طرح نماز کے اندر ہمارا اَذْكُرْكُمْ تمہارے فَاذْكُرُوْنِیْ کے مطابق ہے، حج عمرہ میں بھی جیسا تمہارا

فَاذْكُرُوْنِيْ ہوگا ویسا ہمارا اَذْكُرْكُمْ ہوگا، لیکن تم راستہ چلتے ہوئے یا ہوائی جہاز پر ایئر ہوسٹسوں سے اور اُن حسینوں سے جن کو ہم نے فتنہ اور امتحان بنایا ہے، ان مٹی کے نقش ونگاروں سے تم نے نظر بچا کر دل پر زخم اٹھایا تو یہاں ہمارا اَذْكُرْكُمْ دوسرے رنگ کا ہوگا، جب نظر بچا کر غم اٹھاؤ گے تو ہمارے اَذْكُرْكُمْ کی کیفیت اور ہو جائے گی کیونکہ تم نے ہمارے لئے غم اٹھایا ہے۔ یہ وہ غم ہے جو میرے راستہ کا غم ہے، جو سارے عالم کی خوشیوں سے افضل ہے، اگر میرے راستہ میں ایک چھوٹا سا کانٹا تم نے برداشت کرلیا تو سارے عالم کی خوشیاں میرے راستہ کے کانٹے کو سلامِ احترامی پیش کریں تو بھی اس کی عظمتوں کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

جتنی جس کی قربانی اتنی خدا کی مہربانی

تو اس جنگل میں یہ مضمون عطا ہوا کہ ہر شخص کا فَاذْكُرُوْنِيْ الگ ہے اور ہر شخص کے ساتھ میرا اَذْكُرْكُمْ الگ ہے، جس کا جتنا مجاہدہ ہوگا، جو میری راہ میں جتنا غم اٹھائے گا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔ جب سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنت چھوڑی تھی تو ان کے لئے جنت سے کھانا آیا، جس کی خوشبو سے سارا جنگل مہک گیا، اسی جنگل میں دس سال سے ایک مجذوب رہ رہا تھا، اس نے کہا تھا کہ اے خدا! چٹنی روٹی دے دو تو اتنا وقت آپ کی یاد میں گذاروں گا، گھاس کاٹنے میں اور بازار میں بیچنے میں کیوں وقت خرچ کروں؟ تو اللہ میاں نے کہا کہ اچھا چٹنی روٹی ملتی رہے گی۔ تو دس سال سے وہ چٹنی روٹی کھا رہا تھا اور عبادت کر رہا تھا۔ جب سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سلطنت چھوڑ کر اس جنگل میں گئے تو ان کے لئے جنگل میں جنت سے بریانی آئی اور اس کی خوشبو سے پورا جنگل مہک گیا۔

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک اور واقعہ سنایا کہ سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے شخص ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کو گذرتے دیکھا تو پوچھا کہ اے جبرئیل تم کہاں جارہے ہو؟

((قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَدْهَمَ رَاَيْتُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَنَامِ وَبِيَدِهٖ قِرْطَاسٌ فَقُلْتُ مَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ اَكْتُبُ اَسْمَآءَ الْمُحِبِّيْنَ فَقُلْتُ اُكْتُبْ تَحْتَهُمْ مُحِبَّ الْمُحِبِّيْنَ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ اَدْهَمَ فَنُوْدِيَ يَا جِبْرِيْلُ اُكْتُبْهُ فِيْ اَوَّلِهِمْ))

(تفسیر روح البیان: ج ۳ ص ۲۲۷، تحت سورۃ الاعراف)

انہوں نے کہا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ روئے زمین کے سب اولیاء اللہ کا نام ایک رجسٹر میں درج کرلوں، تو سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اے جبرئیل! جب سارے اولیاء اللہ کے نام لکھ لینا تو آخر میں میرا نام بھی ڈال دینا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سلطان ابراہیم ابن ادہم کا نام سب سے اول لکھنا، اس وقت کائنات کے اولیاء اللہ میں سب سے اوپر لکھنا۔

تو اس مجذوب نے کہا کہ یا اللہ! میں دس سال سے آپ کا دیوانہ ہوں اور مجھ کو چٹنی روٹی کھلا رہے ہیں اور ایک نیا دیوانہ آیا ہے اس کو آپ نے بریانی بھیج دی۔ وہ مجذوب سادہ تھا، اس کا یہ کہنا بغاوت اور نافرمانی پر مبنی نہیں تھا، بھولے پن اور سادگی سے تھا، مجذوب سیدھے سادے ہوتے ہیں، یہ سوال انکار یہ نہیں تھا اقرار یہ تھا یعنی ہمیں اقرار ہے کہ آپ کا جو حکم ہے وہ سب حکمت پر مبنی ہے، میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں دس سال سے آپ کا عاشق ہوں مجھے چٹنی روٹی دی اور یہ جنگل میں کل آیا ہے اور اس کو بریانی دی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ چار آنے کا کھرپا اور آٹھ آنے کی گھاس

رکھنے کی چھابی یا کھانچی جولکڑی کا برتن ہوتا ہے جس میں گھاس رکھتے ہیں، تم نے مجھ پر بارہ آنہ فدا کیے اور یہ جو کل جنگل میں آیا ہے اس نے مجھ پر سلطنت فدا کی ہے، وزیروں کی سلامی، فوج کا گارڈ آف آنر، بریانی، کباب، موبائل اور موبل آئل سب چھوڑ کر آیا ہے، تو جیسی جس کی قربانی ویسی اللہ کی مہربانی۔

کسی اللہ والے کے دریائے خون کو حاسدین کی خاک نہیں چھپا سکتی

ارشاد فرمایا کہ: جو لوگ غم اٹھاتے ہیں، ایئر ہوسٹسوں سے اور سڑکوں پر اللہ کی نافرمانی سے بچنے میں جن کی ہر سانس غمزدہ ہے، حسرت زدہ ہے، زخم زدہ ہے، ان کے قلب میں دریائے خون بہہ رہا ہے، معمولی مجاہدہ نہیں ہے، اس کو حاسد لاکھ چھپائے کہ اس پیر کے پاس مت جاؤ۔

رب ہے کافی میری حفاظت کو
لاکھ چاہے بُرا اگر دشمن

کہتے ہیں کہ اس پیر کی اتنی غیبت کرو کہ اس سے کوئی مرید ہی نہ ہو۔ اب اس پر میرا شعر سنو۔

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

دریائے خون کو مٹی کیسے چھپا سکتی ہے؟ اے حاسدین! تمہاری مٹیاں دریائے خون کو کیسے چھپا سکتی ہیں؟

اور دیکھو! کبھی تڑپتے ہوئے دل سے سجدہ میں اللہ سے رو لو کہ یا اللہ! قیامت کے دن رُسوا نہ فرمانا، معافی مانگ لو، ان شاء اللہ دیکھو پھر کیا ملتا ہے،

آپ کو دل میں پتا چل جائے گا کہ میری معافی ہوگئی، دل میں ٹھنڈک آجائے گی، دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آجائے گی کہ میں نے تم کو معاف کردیا مگر اس میں حروف نہیں ہوں گے، اللہ کی آواز محتاجِ حروف نہیں ہے، دل میں ٹھنڈک آجائے گی اور اطمینان اور سکینہ نازل ہوجائے گا اور معلوم ہوجائے گا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کو ہم پر رحم آگیا۔ اس پر میرا شعر دیکھو کتنا عمدہ ہے ؎

زمینِ سجدہ پر ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

ایک جغرافیہ فرض کرو کہ ایک بندہ سمندر کے کنارے اکیلا ہے، وہاں اور کوئی نہیں ہے، بس آسمان ہے اور وہ ہے ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میری آہ کا آسمان کے سوا کوئی ساتھی نہیں ہے اور میری محبت کے راز کا سوائے اللہ کے کسی کو علم نہیں ہے، وہ بندہ اکیلا رو رہا ہے اور زمین پر اس کے آنسو گر رہے ہیں، تو اللہ کو اس پر کتنا پیار آئے گا؟ اگر بچہ رو رہا ہو تو باپ بچہ کے آنسوؤں کو بھی پیار کرلیتا ہے۔

اس پیار پر ایک واقعہ سناتا ہوں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس کرتے کو جس میں انہیں کوڑے مارے گئے تھے آدمی بھیج کر منگوالیا:

((رُوِیَ اَنَّہٗ اَرْسَلَ الشَّافِعِیُّ اِلٰی بَغْدَادَ یَطْلُبُ قَمِیْصَہُ الَّذِیْ ضُرِبَ فِیْہِ فَاَرْسَلَہٗ اِلَیْہِ فَغَسَلَہُ الشَّافِعِیُّ وَشَرِبَ مَآءَہٗ وَھٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِہٖ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، ج ۱ ص ۷۰)

اور استاد نے اس کرتے کو دھویا اور اس کا پانی پی لیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جنہیں اللہ کے راستہ میں کوڑے مارے گئے تھے، کی اتنی قدر کی کہ ان کے کرتے کو منگوا کر دھو کر اس کا پانی پیا، یہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اجل مناقب میں سے ہے کہ استاد اپنے شاگرد کا کرتا دھو کر اس کا پانی پی لے۔ تو یہ تو مخلوق کی رحمت ہے پھر حق تعالیٰ کی رحمت اپنے عاشقوں کے اشکِ ندامت کو کس طرح پیار کرتی ہے، اب اس پر میرا شعر سنو ؎

زمینِ سجدہ پر ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

اللہ کی محبت اور خوف کے ایک قطرہ آنسو کی قیمت

دیکھو! اسمِ موصول بلاغت کے لئے آتا ہے، جیسے قران پاک میں ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾

(سورۃ المؤمنون: آیۃ ۶۰)

خوب خرچ کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر نہیں کیا کہ وہ کتنا خرچ کرتے ہیں، وہ اللہ کے راستہ میں اتنا خرچ کرتے ہیں کہ اللہ نے اس کو اسم موصول سے بیان کر دیا کہ دیتے ہیں جو دیتے ہیں۔ آہ! کیا بلاغت ہے۔ تو ایسے ہی میرے اس شعر کو دیکھو ؎

برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

یہ آنسو جگر کا خون ہوتے ہیں جو اللہ کی محبت اور خوف سے پانی ہو جاتے ہیں۔ یہ آنسو ایسے ہی تھوڑی ہوتے ہیں، یہ جگر کا خون ہیں، ان کا ایک ایک قطرہ جہنم سے نجات کی ضمانت ہے، اللہ کے راستہ کا آنسو، خوف کا آنسو ہو یا محبت کا آنسو اللہ کی مغفرت اور رحمت کی ضمانت ہے، اپنے چہرہ پر جہاں جہاں بھی ہو سکے اس کو مل لو، خوب پھیلا لو، ان شاء اللہ جہنم کی آگ وہاں نہیں لگے گی۔

تو آج مجھے ماریشس کے سمندر کے کنارے جنگل میں ایک نیا مضمون عطا ہوا:

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾

(سورۃ الرحمٰن: آیۃ ۲۹)

اللہ اپنے کرم سے نئے نئے جام و مینا عطا فرما رہا ہے، تاریخ بدلی، مکان بدلا کہ جنوبی افریقہ سے ماریشس کے ساحلِ سمندر پر آئے، تو مکان بھی بدلا زمان بھی بدلا اور ان کی شان بھی بدلی اور مضمون کیا عطا ہوا کہ میرے عاشق وہی ہیں جو یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ہیں، جن کا ہر لمحہ میں مراد ہوں، حالاً و استقبالاً، آئندہ بھی ان کا یہی عزم ہے کہ اپنے اللہ کو ناراض نہیں کروں گا، جان دے دوں گا مگر مالک کو ناراض نہیں کروں گا۔ اور دوسری کیا شان ہے؟ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ وہ ہم کو یاد بھی کرتے ہیں، مگر بعض لوگ ہم کو یاد تو کرتے ہیں یعنی نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، ذکر بھی کرتے ہیں، قرآن و حدیث بھی پڑھاتے ہیں، دارالعلوم بھی کھولتے ہیں، فتویٰ بھی دیتے ہیں لیکن کبھی کبھی میرے علاوہ غیروں کو بھی اپنا مراد بنالیتے ہیں، غیر اللہ پر بھی نظر ڈالتے ہیں، اس وقت ہم اس کے قلب میں مراد نہیں ہوتے کیونکہ وہ اس وقت میرا مرید نہیں ہوتا، یہ ظالم اس وقت مجھ سے نامراد ہے اور غیر اللہ کو مراد بنائے ہوئے ہے، میرا نامراد اور غیر اللہ کا بامراد ہے، غیروں کو دیکھ رہا ہے اور اس کو یہ پتا نہیں ہے کہ یہ جہاں دیکھ رہا ہے میں بھی اس ظالم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے، جس چیز کو ہم نے حرام کردیا اسی کو دیکھ رہا ہے، کھلاتا میں ہوں، نمک میرا کھاتا ہے اور دیکھتا دوسروں کو ہے، نمک حرامی کرتا ہے، مرنے والوں کا نمک چکھتا ہے اور میرے:

﴿يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾

(سورۃ النور: آیۃ ۳۰)

کے قانون کو توڑتا ہے، اِس ظالم کو اپنا دل توڑنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے کہ

اپنا دل توڑ دے اور میرا قانون نہ توڑے، میرا قانون توڑ کر، غضِ بصر کا حکم توڑ کر اپنا دل توڑنے کی بجائے اپنے دل کو سلامت رکھتا ہے اور میرے قانون کو توڑتا ہے، یہ عاشق ہے؟ یہ عاشق نہیں ہے، یہ فاسق ہے۔

ارے اللہ کے عاشقوں کے لئے جن پر کافر بلا وجہ ظلم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ میرے ان بندوں کا قصور کیا تھا؟

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ﴾

(سورۃ البروج: آیۃ ۸)

ہمارے مسلمانوں کو جو آگ میں ڈالا جا رہا ہے تو ان کا کوئی قصور نہیں تھا، وَمَا نَقَمُوْا ان میں کوئی عیب نہیں تھا، اِلَّاۤ مگر ایک جرم تھا، اَنْ یُّؤْمِنُوْا یہ مجھ پر ایمان لائے تھے۔ تو اللہ نے یہاں اپنے عاشقوں کے ایمان کو جرم سے جو تعبیر کیا ہے تو یہ کیا ہے؟ یہ تَاْكِیْدُ الْمَدْحِ بِمَا یُشْبِهُ الذَّمَّ ہے۔ جرم سے تعبیر کیا اپنے عاشقوں کو کہ یہ میرے مجرم ہیں۔ اس مقام پر میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر پڑھتے تھے ؎

حُسن جب مقتل کی جانب تیغِ بُرّاں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پا بہ جولاں لے چلا

تیغِ بُرّاں وہ تلوار جو جلّاد میان سے نکالے ہوئے لے جا رہا ہے۔ عاشق اللہ پر جان دینے کے لئے دوڑتے ہوئے جا رہے ہیں۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ میرے ان بندوں میں کوئی عیب نہیں تھا، ان کا جرم بس یہ تھا کہ یہ مجھ پر ایمان لائے تھے، کافر بدمعاش اس جرم کے بدلہ میرے عاشقوں کو آگ میں ڈال رہے تھے۔

اللہ کے عاشقوں کی دو علامات

تو اپنے اندر عاشقوں کی دو علامتیں پیدا کرو اور عہد کرو کہ

نمبر ایک: اپنے شیخ کے بتائے ہوئے وظیفوں کو اور ذکر کو صبح وشام پابندی سے پورا کرو، يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ صبح شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں، کیونکہ میں ان کے قلب میں مراد ہوں، یہ میرے مرید ہیں، ایمان والے اللہ کے مرید ہیں، یہ کبھی مجھ کو چھوڑ کر کسی غیر اللہ سے بامراد نہیں ہوتے، یہ غیر اللہ سے لگ کر میرے نامراد نہیں ہوتے، میں ان کے دل میں ہر لمحہ حیات حالاً و استقبالاً مراد ہوں۔ تو سمجھ لو جو شخص جس وقت کسی کالی یا گوری عورت کو دیکھتا ہے یا جہاز میں ایئر ہوسٹس کو دیکھتا ہے تو وہ حق تعالیٰ سے اس وقت میں نامراد ہوتا ہے، اس کے دل میں اللہ مراد نہیں رہتا، کیا سورج کا ہم نشین ستاروں کو دیکھے گا؟ شیر کا دوست بندروں سے ڈرے گا؟ لہٰذا اس بات کو سمجھ لو کہ جو مولیٰ والا ہوتا ہے وہ لیلیٰ چور نہیں ہوتا۔

تو يُرِيْدُوْنَ فعلِ مضارع ہے یا نہیں؟ اس میں حال اور استقبال ہے یا نہیں؟ يُرِيْدُوْنَ کا مطلب یہ ہوا کہ میرے یہ بندے اپنے دل میں ہم کو ہر وقت اپنا مراد بناتے ہیں، ایک لمحہ کو بھی یہ اپنے قلب سے ہماری مرادیت سے محروم نہیں رہتے اور ہر لمحہ اپنی آنکھ سے، اپنے کان سے میں ان کے قلب میں مراد رہتا ہوں اور ان کا قالب بھی بتاتا ہے کہ میں ان کا مراد ہوں، یہ نہیں ہوسکتا کہ قلب میں تو دعویٰ کرتا ہے کہ میں يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ہوں، اللہ کی ذات میری مراد ہے اور آنکھوں سے غیر اللہ کو دیکھتا ہے، بدنظری کرتا ہے، کالی گوری کو دیکھتا ہے۔ یہ میرے عاشق ایسے ہیں کہ ان کے دل میں ہر وقت میں مراد ہوں اور اس کی شہادت ان کے قالب بھی پیش کرتے ہیں یعنی وہ بِقُلُوْبِهِمْ وَ بِقَوَالِبِهِمْ مجھ پر فدا رہتے ہیں، دل سے بھی اور جسم سے بھی ان کے کسی صوبہ سے بغاوت نہیں ہونے پاتی، ان کا دل ایسے ایمان واحسان اور اسلام ویقین کے مقام پر ہوتا ہے کہ ان کا پورا قالب ان کے کسی صوبہ میں

بغاوت نہیں کرسکتا، جب بادشاہ مضبوط ہوتا ہے تو کسی صوبہ میں ہمت نہیں ہوتی کہ بغاوت کر جائے۔

مجلسِ ملفوظات

(۳۔ اکتوبر ۱۹۹۷ء، بروز جمعہ ماریشس جاتے ہوئے جوہانسبرگ ایئرپورٹ جنوبی افریقہ پر، ۴۔ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ ماریشس ساحل سمندر کے مکان پر بعد فجر اور بعد ناشتہ)

عاشق کبھی طالبِ اکرام نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ:

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

عاشق کبھی طالبِ اکرام نہیں ہوتا، وہ تو اپنے شیخ سے یہی کہتا ہے جو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی ؎

ہاں مجھے مثلِ کیمیا خاک میں تو ملائے جا
شان مری گھٹائے جا رُتبہ مرا بڑھائے جا

اور حدیث پاک ہے:

((مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الاٰداب، باب الغضب والکبر، ص ۴۳۴)

اس رفعت کو رُتبہ سے تعبیر کیا اور تواضع سے یہ مراد ہے کہ تواضع للہ ہونی چاہئے یعنی اللہ کے لیے ہونی چاہئے، اس نیت سے تواضع مت کرو کہ لوگ ہم کو کہیں گے کہ یہ بہت متواضع ہے، یہ للہ تواضع نہیں ہے، یہ تواضع لِلْخَلْقِ ہے، اپنے کو اللہ کے لئے مٹاؤ۔ ہم اپنی قیمت یہاں کیوں لگائیں؟ جب قیامت کا دن آئے اور اللہ ہم کو پاس کردے، رزلٹ آؤٹ کردے تب ہم اپنی قیمت

وہاں لگالیں گے کہ یااللہ! تیرا شکر ہے، اور وہاں بھی اپنی قیمت ہم نہیں لگائیں گے، اللہ کا کرم لگائے گا۔تو جو شخص دنیا میں اپنے کو وی آئی پی سمجھتا ہے اور اپنی کوئی شان سمجھتا ہے وہ بے وقوف ہے اور بزرگوں کے فیض سے محروم ہے اور محروم رہے گا جب تک کہ اس کے دل میں اپنی خصوصیت موجود ہے کہ میں بھی کچھ ہوں اس وقت تک وہ ہمیشہ محروم رہے گا، اللہ ملتا ہی ہے راہِ فنا سے، مولیٰ ملتا ہے راہِ فنا سے اور انسان خود کو ہر انسان پر فنا نہیں کرسکتا، اپنے مربی اور شیخ پر فنا کرسکتا ہے، جب تک مرشد نہ ہو نفس فنا نہیں ہوتا ؎

نفس نتواں کُشت الا ظلِ پیر
دامن آں نفس کُش را سخت گیر

نفس کو دنیا میں کوئی چیز مٹا نہیں سکتی مگر پیر کا سایہ، اس لئے جو لوگ پیر کرنے میں دیر کرتے ہیں تو سمجھ لو ان کا نفس کشتہ نہیں ہو رہا یعنی مٹ نہیں رہا ہے لہٰذا نفس کو مٹانے والے کا دامن مضبوط پکڑ لو۔

دامنِ شیخ کو مضبوط پکڑنے کی ضرورت

جب میرے شیخ نے اس شعر کو پڑھا یا تو فرمایا کہ مرشد کا دامن سخت پکڑنے کا حکم کیوں ہے؟ ڈھیلا ڈھالا تعلق کافی کیوں نہیں ہے؟ تو فرمایا کہ جب تک شیخ چائے پلائے گا، حلوہ کھلائے گا، انڈا کھلائے گا، تو کہے گا کہ ہمارا شیخ بڑا اچھا ہے اور جس دن کسی نامناسب بات پر ڈینٹ نکالنے کے لئے ڈانٹ لگائے تو کہے گا کہ بھئی! یہ تو بہت ہی جلاّدی شیخ ہے، اس کو تو بات بات پر غصہ آتا ہے، بہت کڑوا شیخ ہے، چلو کوئی دوسرا نرم قسم کا پیر تلاش کیا جائے، یہ تو بڑا گرم معلوم ہوتا ہے، بڑا اکڑفوں دکھاتا ہے، بہت ہی کڑیل ہے۔ لیکن سمجھ لو کہ شیخ اگر کڑیل ہے تو نفس بھی تو اَڑیل ہے اور اَڑیل نفس بغیر کڑیل شیخ کے ٹھیک نہیں ہوتا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لائق بیٹا وہ ہے کہ جب ابّا ڈانٹ بھی لگائے تو بھی ابّا کو پیار کرے اور نالائق لڑکا وہ ہے کہ جب ابّا جیب خرچ دیتا ہے، وظیفہ دیتا ہے، پیسہ دیتا ہے، حلوہ کھلاتا ہے تب تو کہتا ہے کہ میرے ابّا کا کیا ہی کہنا ہے، بڑا پیارا ابّا ہے اور ابّا نے کبھی ڈانٹ لگائی کہ خبردار! تم نالائق لڑکوں کے ساتھ مت رہو اور ایک طمانچہ بھی لگا دیا تب اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ یار ابّا کیا ہے، بات بات پہ ڈانٹتا ہے، ابّا کی شکل تو دیکھو کہ غصہ میں کیسے منہ بنائے ہوئے ہے۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ہے کہ یہ لائق بیٹا نہیں ہے۔ دنیاوی عشق میں تو غالب کہتا ہے کہ ؂

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ
مجھ کو غصہ پہ پیار آتا ہے

یہ لیلیٰ والی محبت شیخ سے کیوں نہیں کرتے ہو؟ اس کے غصہ پر بھی تم کو مزہ آنا چاہئے۔

جو غیر اللہ کو مراد بنائے گا وہ اللہ کو نہیں پائے گا

ارشاد فرمایا کہ: جو کسی اللہ والے سے مرید ہوتا ہے، حقیقت میں وہ اللہ کا مرید ہوتا ہے۔ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ جو اللہ کے مرید ہیں، جو اللہ کا ارادہ کرے وہ اللہ کا مرید ہے، جو اللہ کو مراد بنالے اور غیر اللہ سے جان چھڑالے، اگر مرید غیر اللہ سے جان نہیں چھڑاتا تو وہ مرید نہیں ہے، مریدِ نفس ہے، وہ اللہ کی ذات کا کہاں مرید ہے، اگر اللہ کی ذات کا مرید ہوتا تو اب تک مراد پا جاتا، اس کے دل میں بتوں کی گندگیاں اور غلاظتیں پنہاں ہیں:

﴿اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ﴾

(سورۃ الجاثیۃ : آیۃ ۲۳)

جو لوگ اپنے نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں وہ الا اللہ تک نہیں پہنچ سکتے، یہ سب باگڑ بِلا لوگ ہیں، الا اللہ اس ہی کو ملتا ہے جو غیر اللہ سے

اپنی جان کو پاک کردیتا ہے اور ان سے بچنے میں جان کی بازی لگا دیتا ہے، جو جان لڑا دیتا ہے وہ جان چھڑا لیتا ہے اور جو جان لڑانے میں ہمت چور ہوتا ہے جیسے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا نام بعض اہلِ ذوق نے رکھا ہے ''کام چور نوالہ حاضر'' جب حسین اور نمکین شکلیں سامنے آئیں تو وہاں کام چور ہو گئے مگر اللہ کا رزق کھانے کے لئے پیش پیش ہیں، اس بد ذوقی سے اور خباثتِ طبع سے خدائے تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری ذُرِّیات کو اور احباب کو پاک فرمائے۔

غیر اللہ سے دل لگانے سے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے

توشیرانہ زندگی گذارو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ زبردست جملہ میری تائید کرتا ہے جو میں تقریباً دس برس سے پیش کررہا ہوں کہ خدا کا راستہ طے کرنا لومڑیوں کا، رُوباہ خصلت لوگوں کا کام نہیں ہے۔

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن

لہٰذا نفس پر مردانہ حملہ کرو، جو لوگ اپنے نفس کی بری خواہشات کو کاٹنے سے گریزاں ہیں اور لومڑیانہ چال چل رہے ہیں ان کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا عمدہ بات فرمائی ہے۔

((قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْاِسْتِقَامَةُ اَنْ تَسْتَقِيْمَ عَلَى الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَلَا تَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ))

(تفسیر المظہری: سورۃ حٰم السجدۃ، ج ۸ ص ۲۹۲)

اللہ تعالیٰ کے اوامر پر قائم رہو، نیک اعمال کرتے رہو اور گناہوں سے بچتے رہو وَلَا يَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ اور اللہ کے راستہ میں لومڑی جیسا فرار مت اختیار کرو کہ نعمتیں کھانے میں شیر اور جب اللہ کا حکم آیا يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کہ خبردار! نظر بچالو تو وہاں لومڑی بن گئے۔ وہاں خدا کیوں نہیں یاد آتا؟ سوچو! یہ معمولی جرم نہیں ہے، جرمِ عظیم ہے، یہ شخص کسی عذاب کا منتظر ہے،

خدائے تعالیٰ عذاب کے نزول اور انتقام سے پہلے ہی ہم سب کو توبہ نصیب فرمائے ورنہ جس کے قلب میں غیر اللہ ہوگا بتاؤ! اس کا ایمان پر خاتمہ کیسے ہوگا؟

حفاظتِ نظر پر حُسنِ خاتمہ کی بشارت

نظر بچانے پر حسنِ خاتمہ کا وعدہ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حلاوتِ ایمانی ملتی ہے نظر بچانے سے اور جس کو حلاوتِ ایمانی حاصل ہوگی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور مرقاۃ کی عبارت ہے:

((وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَّا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ لَهٗ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۱۴۱)

سڑکوں پر، ایئرپورٹوں پر، طیارہ پر ایئر ہوسٹسوں سے نظر بچا کر حلاوتِ ایمانی حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ سے حسنِ خاتمہ کا فیصلہ کراؤ، اور جہاں تک ہوسکے جہاز میں شیشے کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھو، اس سیٹ پر نہ بیٹھو جدھر سے ایئر ہوسٹس گذرتی ہے، جہاں سے اس کا بار بار مُرُور اور عُبُور ہوتا ہے، اپنے سُرُور سے اس کو منسلک نہ کرو، دوسری طرف بیٹھو ورنہ آنے جانے میں اس کے جسم کی کچھ نہ کچھ ٹچنگ (Touching) ہوجاتی ہے جو انسان کو ٹُچّا بنا دیتی ہے، ہندوستان میں ٹُچّا ذلیل آدمی کو کہتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ فلاں آدمی بڑا ٹُچّا ہے۔

نظر کی حفاظت عدمِ قصدِ نظر سے نہیں قصدِ عدمِ نظر سے ہوگی

آج میں نے ایک مسئلہ یہ بتایا ہے کہ جو لوگ اپنے گھریلو کام کے لیے ماسیاں رکھتے ہیں تو جس دن آپ کے بیوی بچے گھر میں نہ ہوں، گھر خالی ہو تو اس دن ماسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دو، یہ نہ سوچو کہ ہم اتنی دیر باہر بیٹھ جائیں گے، اتنی دیر میں صفائی ہوجائے گی، مگر یاد رکھو! جو طاقت آپ کو باہر بٹھا سکتی ہے

وہ طاقت آپ کو اندر بھی داخل کرسکتی ہے کیونکہ قدرت ضدین سے متعلق ہے، فلسفہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ قدرت نام ہے ضدین کا یعنی جو نظر ڈال سکتا ہے وہ نظر ہٹا بھی سکتا ہے، جو ظالم یہ کہے کہ مجھے نظر ہٹانے کی قدرت نہیں رہتی تو وہ احمق، پاگل، بے وقوف اور انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ منکی ہے، جب نظر ڈالنے کی قدرت ہے تو ہٹانے کی بھی قدرت ہے، یہ شخص ہمت چور ہے، نفس کی خبیث لذتوں کا عادی ہے، نفس کی لذت کے لئے یہ چوری کرتا ہے، اس کا نام ہمت چور ہے، لہٰذا پوری ہمت کرو، عدمِ قصدِ نظر سے نظر نہیں بچے گی، قصدِ عدمِ نظر کرو، عدمِ قصدِ نظر سے کوئی مولوی بھی نہیں بچ سکتا، شیخ بھی نہیں بچ سکتا، اس لیے بتارہا ہوں کہ قصدِ عدمِ نظر کرو کہ یااللہ! میں نے ارادہ کرلیا کہ کسی حسین کو نہیں دیکھنا ہے، جان کی بازی لگادوں گا، دیکھتا ہوں کہ یہ نفس کُتّی کس طرح دُم اٹھاتی ہے، اس کی دُم پکڑے رہو تاکہ دُم برداشتہ نہ ہونے پائے ورنہ بے ساختہ دیکھو گے، ارادہ بھی نہیں ہوگا تب بھی نظر وہیں پڑے گی، نفس کا مزاج یہی ہے۔

حکیم الامت کی تحقیق ہے کہ مخلوق کے ساتھ عدمِ قصدِ ایذاء کافی نہیں ہے ارادہ کرو کہ میری ذات سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے، اس کا نام ہے قصدِ عدمِ ایذاء۔ ایسے ہی عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں ہے، قصدِ عدمِ نظر کرو کہ کبھی ماسی کو گھر میں گھسنے مت دو، اعلان کردو کہ بھئی! ایک ہفتہ کے لئے میرے بیوی بچے گئے ہوئے ہیں لہٰذا تم یہاں مت آنا۔ اپنی بیوی سے کہلا دو، خود بات بھی نہ کرو، اپنی بیوی سے کہہ دو کہ ماسی سے کہہ دو کہ جب تک ہم واپس نہ آجائیں ایک ہفتہ تک مت آنا بلکہ ٹیلی فون سے معلوم کرکے آنا ورنہ جو آپ کو باہر بٹھا سکتا ہے وہ آپ کو اندر بھی داخل کرسکتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ میرا دل تو پاک ہے، مولانا! مجھے کوئی خیال بھی نہیں آتا لیکن میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ

ننگے تار کو مت پکڑو، یہ نہ کہو کہ ابھی اس میں کرنٹ نہیں ہے، کرنٹ آتے دیر نہیں لگتی، سیکنڈوں میں پاور ہاؤس سے کرنٹ آجاتا ہے، اسی طرح ابھی شہوت اور میلان نہیں ہے، آتو سکتی ہے، اچھا خاصا صاف ستھرا انسان، دس سال سے متقی سیکنڈوں میں شیطان نے بہکا کر اس کا منہ کالا کرادیا۔ اس لئے کہتا ہوں کہ ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

نسبت مع اللہ کب عطا ہوتی ہے؟

اگر اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنا ہے تو لا الٰہ کی مضبوطی سے تکمیل کرنی پڑے گی۔ اِلٰہ کی دو قسمیں ہیں، ایک ہندوؤں کا اور مندروں کا بت، اس سے الحمدللہ ہم پاک ہیں، ایک ہے اپنے نفس کی بری خواہش کا بت، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی الٰہ سے تعبیر فرمایا ہے اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے دیکھا جو اپنی بری خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں کہ جب ان کو بری خواہش کا تقاضا ہوتا ہے تو فوراً اس پر عمل کرلیتے ہیں اور مجھ کو بھول جاتے ہیں، اس وقت ان کو اپنے رزّاق اور پالنے والا کا تصور بھی نہیں ہوتا کہ میں کیا کررہا ہوں لہٰذا جب تک بری خواہش کے خداؤں کو نظروں سے نہیں گراؤ گے اور ان سے نظر نہیں بچاؤ گے اور ان کو دل سے نہیں نکالو گے تب تک اللہ نہیں ملے گا، بظاہر مسلمان نظر آؤ گے ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

زبان سے تو لا الٰہ کہہ رہے ہیں مگر دل میں تمام حسین بھرے ہوئے ہیں۔ مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، فرماتے ہیں کہ میں اتنا عشق جانتا ہوں کہ زبردست عاشق مزاج ہوں ؎

اسعدؔ کو عاشقی میں حاصل ہیں دستگاہیں
پہچانتا ہے ظالم ہر قسم کی نگاہیں

دستگاہی اعلیٰ مقام کو کہتے ہیں یعنی میں ماہرِ فنِ عشق بازی ہوں لیکن فرماتے ہیں ؎

عشقِ بُتاں میں اسعدؔ کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خوابگاہیں

بتایئے! یہ شعر کتنا عمدہ ہے کہ حسینوں کو دیکھ کر مزہ اڑاتے ہو، دوزخ میں جنت کے مزے ڈھونڈتے ہو۔ بس یاد رکھو! غیر اللہ پر مرنے والا دوزخ کا عذابِ الٰہی یہیں دیکھتا ہے، اگر کسی میں ایک گناہ کی بھی عادت ہے تو وہ شخص بذاتِ خود دوزخ ہے ؎

گر گرفتارِ صفاتِ بد شُدی
ہم تو دوزخ ہم عذابِ سرمدی

اگر ایک گناہ کی بھی بری عادت ہے، اس عادت کو نہ چھوڑنے کی عادت ہے۔ ذرا غور سے میری اردو سنو! ایک بری عادت کی عادت ہے اور اس بری عادت کو نہ چھوڑنے کی عادت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہو سکتے۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اور اہلِ تقویٰ بنادے اور اے خدا! اختر کو، اس کی ذُرِّیات کو، اس کے خاندان اور ان کی اولاد کو، میرے احباب کو اور میرے احباب کے بھی خاندان کو ایسا ایمان و یقین عطا فرمادے کہ ہم زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا کر دیں اور اے خدا! ایک سانس بھی آپ کو ناخوش کر کے حرام خوشیوں کی خبیث عادتوں سے، کمینہ پن سے، بے غیرتی سے ہم سب کو پاک کر دے، آمین۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کا ارشاد مبارک

مومن کی قیمت اللہ تعالیٰ کی خوشی سے ہے!

دوستو! ایک دن تو یہ جان ختم ہو جائے گی، میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ یہ جسم ایک دن قبر میں جانے والا ہے یا نہیں؟ کبھی آپ میرے بارے میں بھی سنیں گے کہ آج اُن کا جنازہ ہوگا۔

جو بیچتے تھے دوائے دردِ دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

ہماری خبر بھی آئے گی اور ایک دن یہ جسم بھی قبرستان میں جائے گا لہٰذا اس جسم کو پہلے ہی اللہ پر فدا کردو، اپنی مٹی کو مٹی ہونے سے پہلے ہی اپنے مولیٰ پر فدا کر کے قیمتی بنالو۔ باقی سب چیزیں آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گی، جن چیزوں سے ہم اور آپ قیمت لگا رہے ہیں، اپنے کاروبار سے، اپنے بنگلے اور مکان سے، اپنے نقد اور بینک بیلنس سے اور لوگوں کی سلامی سے، تو اس سے ہماری قیمت نہیں ہے، ہماری قیمت یہ ہے کہ اگر ہمیں کوئی سلام نہ بھی کرے لیکن اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ ہم تم سے خوش ہیں تو آہ! ہماری قیمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جس سے اللہ خوش ہو جائے اس کی قیمت کی کوئی انتہا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہم مَردوں سے بھی خوش ہو جائیں اور جو خواتین ہمارے یہاں دین کی بات سننے کے لیے آتی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی راضی ہو جائے اور اللہ ہمیں اپنی رضا والے اعمال پر چلا دے اور ناراضگی اور غضب والے اعمال سے ہم سب کو بچالے، آمین۔

(مواعظ اختر ۱۴۔ تزکیۂ نفس، مجاہدہ اور مشیتِ الٰہی کا ربط، ص ۲۷)

ادارہ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com